بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغمبر عظیم الشان

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف : جواد محدثی

مترجم : سید مجاہد حسین عالی نقوی

تصحیح : ڈاکٹر حیدر رضا ضابط

محدثی، جواد۔۱۳۳۱

[پیامبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ.اردو] پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/مولف جواد محدثی؛ مترجم سید مجاہد حسین عالی نقوی؛

ویرایش حیدر رضا ضابط، مشہد؛ بنیاد پژوہشھای اسلامی، ۱۳۹۱.

۱۰۰ص.فیپا.اردو. ISBN; 978-964-971-581-0

۱. علی بن ابیطالب (ع)، امام اول، ۲۳قبل از ہجرت-۴۰ق. - نظریہ درباره محمد (ص)،

پیامبر اسلام ۲، محمد (ص)، پیامبر اسلام، ۵۳قبل از ہجرت-۱۱ق، ۳، علی بن ابیطالب (ع)، امام اول، ۲۳قبل از ہجرت -

۴۰ق. نہج البلاغہ - نقد و تفسیر. الف. نقوی، سید مجاہد حسین، مترجم. ب. ضابط، حیدر رضا ۱۹۵۸- م.، ویراستار. ج. علیؑ بن ابیطالب

، امام اول، ۲۳قبل از ہجرت- ۴۰ق. نہج البلاغہ.

برگزیدہ . د . بنیاد پژوہشھای اسلامی . ه . عنوان. ۳۰۴۶م۳۵م/۳۸/۰۹ BP ۲۹۷/۹۵۱۵

کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۳۰۱۸۵۲۷

پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ

جواد محدثی

مترجم: سید مجاہد حسین نقوی

تصحیح: حیدر رضا ضابط

طبع دوم: ۲۰۱۷م/۱۳۹۶ش/ تعداد: ۲۰۰۰/ قیمت: ۳۵۰۰۰ ریال

چھاپ وجلد سازی : مؤسسہ چاپ وانتشارات آستان قدس رضوی

www.islamic-rf.ir info@islamic-rf.ir

حق چھاپ محفوظ ہے

فہرست

سخن ناشر	۵
آغاز کلام..	۸
پاکیزہ طینت	۱۳
پیغمبر اکرمؐ کا بچپن	۱۷
بعثت کے موقع پر دنیا کی حالت	۲۰
جہالت و بے علمی	۲۱
اس وقت دین وہدایت کی نشانیاں	۲۲
تفرقہ واختلافات	۲۲
سرگردانی وجاہلیت	۲۳
غفلت وظلمت	۲۴
زندگی مجموعہ رنج والم	۲۵

تاریکی و نا امیدی کے سایے ۲۶
شیطان کا تسلط اور حاکمیت ۲۷
فلسفہ بعثت نبوی ۳۰
اسوہ کمال و نمونہ اخلاق ۳۷
بلند اوصاف ۴۳
اخلاق محمدیؐ ۵۱
تربیت ۶۰
کارنامہ درخشاں ۶۹
پیغمبرؐ و علیؑ ۷۸
رحلت خاتم الانبیاءؐ ۸۳
رسولؐ اللہ کیلئے حضرت علیؑ کی دعائیں ۷۸
عطر حبیبؐ ۸۸
سخن آخر ۹۳

سخن ناشر

بلاتر دید نہج البلاغہ کو ایسے سمندر سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو کہ گوہر و جواہرات سے لبریز ہو۔ جتنا بھی اُس میں سے تلاش کریں گے، اُس سے بھی زیادہ زندگی ساز پُر بہا، دروس اور حکمتیں حاصل ہو جائیں گی ۔ دانش مندوں کی کثیر تعداد یوں ہی نہیں جو چودہ صدیوں سے کلام امیر المؤمنین علیہ السلام، مکتب علوی سے درس آموزی، کسب معرفت سے مستفیض ہو رہی ہے اور آپؑ کے کلام پر کتابیں بطور شرح لکھی جا رہی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کے فرمودات، مباحثِ نظری و عقلی کے میدان میں بہت ہی مفید و راہنما ہیں، چاہے مسائل عینی ہوں یا انسان کی زندگی سے متعلق عملی موضوعات میں سے ہوں، جن سے مشکلات دُور کی جا سکیں۔ آپؑ کا کلام مختلف جہات اور پہلو لئے ہوئے ہے ۔ یہ کلام آپؑ کی بلند روح اور شخصیت بے نظیر سے صادر ہوا ہے، ہر مسئلہ میں جو پیشوا ہیں، آپؑ ہی کے متعلق ، رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : **انا مدینة العلم و علی بابها**(۱)

چہ گفت آن خداوند تنزیل ووحی   خداوند امر و خداوند نہی
کہ من شہر علمم علیّم در است   درست این سخن قول پیغمبر است (۲)

کیا خوب کہا ہے خداوند تنزیل ووحی نے، وہ خداوند امر کرنے والا اور نہی کرنے والا ہے، میں علم کا شہر ہوں اور میرا علیؑ،اس کا دروازہ ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول بالکل صحیح ہے۔

اور خود امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا ہے ''**علّمنی رسول الله ألف باب كلّ باب فتح ألف باب**''(۳) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے اور میں نے علم کے ہر ایک باب سے، ہزار علم کے باب نکالے۔

اسلامی ریسرچ فاؤنڈیشن آستان قدس رضوی مشہد ایران (بنیاد پژوہش ہائے اسلامی، آستان قدس رضوی، مشہد، ایران) حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت اور اُن کے کلام کو مزید اجاگر کرنے اور پھیلانے کیلئے کوشش کررہی ہے، اگرچہ اُس شخصیت بزرگ کے تعارف کے اور پھیلانے کیلئے کوشش کررہی ہے

۱۔ المستدرک علی الصحیحین ۱۳۷/۳

۲۔ شاہنامہ فردوسی، طبع ماسکو، بہ کوشش ڈاکٹر سعید حمیدیان ۱۸/۱، ۱۹

۳۔ بصائر الدرجات ۳۲۳۔

اگر چہ اُس شخصیت بزرگ کے تعارف کے راستے میں یہ چھوٹا سا قدم ہے، لیکن پختہ ارادہ ہے کہ نہج البلاغہ کے زندگی ساز اسباق سے الہام بخش معارف حاصل کرسکیں۔ اوراس یقین کے ساتھ کہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا نورانی کلام ہر مسلمان کے معاشرتی و معیشتی ، بالخصوص جوانوں کیلئے ہر کلام سے برتر و بالا پیش کیا جارہا ہے تا کہ یہ انسان ساز دروس زندگی کی نشو ونمود کے لئے چراغ راہ بن جائیں۔

اس کیلئے حجج اسلام آقائے محمد جواد نظافت اور آقائے جواد محدثی نے تحقیق اور نگارش کیلئے کمر باندھی ہے، ہم ان کے قلبی جذبات سے سپاس گذار ہیں۔

کاش! معارف اہل بیت اور کتاب جاوداں نہج البلاغہ کے بارے میں، یہ حقیر کوشش، آج کی جوان نسل کیلئے معنوی خزانہ ثبت ہو!

اسلامی ریسرچ فاؤنڈیشن

آستان قدس رضوی

مشہد ایران

آغاز کلام

وہ چہرہ مقدس جو بے عیب وشفاف تریں آئینہ فضائل ومکارم کی نشاندہی کرتا ہے صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذات مقدس کو اسوہ کے عنوان سے متعارف کروایا ہے اور صاحب خلق عظیم قرار دیا ہے ﴿اِنَّکَ لَعلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ﴾ (۱)

اِس آئینہ کمال میں ہمیں انسان کی معنوی وروحانی ترقی کی منازل طے کرنے کی راہیں نظر آتی ہیں اور ہمارے لئے جذبہ پرواز وعروج پیدا کرتی ہیں تاکہ ہم ''انسانیت کے بلندترین'' مقام پر پہنچ سکیں. کسی کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے کیلئے یہ پہلا قدم ہے کہ اُس شخصیت کا اسوہ حیات دیکھا جائے، اُس کے زندگی

۱۔ سورہ قلم، آیہ ۴۔

نامے سے آ گاہی حاصل کی جائے گی، اُس کی روحی حالت، کردار وگفتار سے آشنائی پیدا کی جائے ۔ ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت کا ہر پہلو، قول وفعل وگفتار سب کچھ سیرت اور تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہے کیونکہ مجموعہ نہج الفصاحہ اور دیگر منابع ،کلمات نورانی و ہدایت گر، پیغمبر ہدایت وکرامت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہماری دسترس میں ہیں۔

بہت سے افراد نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصف میں اعلیٰ کلمات کا اظہار کیا ہے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے عہد طفولیت ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا، سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مانوس اور قریب رہے۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمیق تعلقات وآشنائی پیدا کی آپؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف صحیح تر بیان فرمائی اور وہ ہی بیانات ہمارے لئے گران تر مفید تر اور فائدے مند ہیں۔

امام علی علیہ السلام کے کلمات نہج البلاغہ میں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں، لاثانی فضائل، بلندترین اخلاقی خصوصیات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا بہتا ہوا سمندر ہیں جو کہ انسانوں کے لئے راہنما ہیں۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کیلئے بہترین مثال اور عنوان زندگی ہیں اور اِسی بارے میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے کلمات میں آپؐ کو متعارف کروایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے مخصوص وغیر معمولی واقعات، بچپن اور جوانی کے حالات، بعثت سے پہلے دُنیا کے معاشرتی وتمدنی شرائط، حجاز و قریش وعرب کا آشفتہ واذیت ناک ماحول ، اسلام سے پہلے جاہلیت سے بھرا سماج، بشریت کی خدمت کے لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقابل فراموش زحمتیں، راہ گشا اور سعادت بخش شریعت کی نورانی راہیں، بعثت کا فلسفہ سایہ اسلام میں معاشرتی وتمدنی تبدیلیاں، پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے حامیوں کے اوصاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز رسالت و جہاد وعبادت ۔۔۔۔۔اور دوسرے بہت سے موضوعات ''نہج البلاغہ'' میں موجود ہیں۔ کیا خوب ہے کہ ان نکات اور فرمائشات کو ہم حضرت علی علیہ السلام کی مقدس زبان سے سنیں کہ جنہوں نے دامن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پرورش پائی ہے۔ وہ مکتب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسب دانش کرنے والے ہیں، سایہ کی مانند رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے والے ہیں باب علم ووصی وجانشین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وروہ ہمیں حبیب

اللہ اور پیشوا خلق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی شناخت کراتے ہیں جو بہت ہی صحیح دقیق تر اور جامع ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کے خطبات کی روشنی میں اور ''نہج البلاغہ'' کے دروس سے، خلق اور عادات نبوی کے حصول کے ساتھ، ہم مولا علیؑ کے کلام کے سایہ میں مزید آشنا ہوں گو کہ آنحضرت کی زندگی، وہ تمام گوشے جو خطبات میں موجود ہیں وہ خاصے طولانی ہیں ہم نے اُن میں سے کچھ آبدار موتی چن لئے ہیں تا کہ ہمارا مقالہ زیادہ طوالت کا شکار نہ ہو، اِسکے علاوہ پیش نظر کتابچہ میں جو خطبات ، مکتوبات اور کلماتِ قصار وغیرہ صبحی صالح کے نہج البلاغہ والے نسخے کی بنیاد پر ہیں۔ مقالے کے طولانی ہونے سے محفوظ رکھنے کی خاطر، ایسا بھی کرنا پڑا ہے کہ فقط حضرت کے کلام کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور عبارات عربی جو کہ متن سے ہے اُسے حاشیہ ہی میں رکھا گیا ہے تا کہ اِس کا مطالعہ نسل جوان کیلئے ممکن ہو جبکہ اُن کیلئے مفید بھی ہے جو حضرت کے کلام کے متلاشی رہتے ہیں تا کہ اُنکے دسترس میں آجائے۔

اِس اُمید کے ساتھ کہ حضرت علیؑ کی زبان و بیان سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت وسیرت و انداز زندگی سے مزید آشنائی ہو سکے اور ہم اِس سایے میں سعادت و کمال کی انتہا تک پہنچ سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے سیمای مقدس کے نقش ونشانی سے تمام خوبیوں کی پہچان حاصل کرسکیں

نام ''احمد'' نام جملہ انبیاست چون کہ صد آمد نود ہم پیش مااست

تمام انبیاء کا خلاصہ احمد ہیں سو میں سے نوے فی صد ہمارے پاس ہی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کیلئے اُسوہ حسنہ اور مثال ہیں۔ پس لازم ہے آپؐ کی پیروی کی جائے۔ آپؐ سے زندگی کے طور وطریقے حاصل کریں، وہ رہبرِعظیم الشان ہیں اور ہم ہی سے یہ توقع ہے کہ اُنؐ کے ساتھ اور اُنکے پیروکار رہیں اور خود کو آمادہ کریں کہ ہم ، اپنے پیشوا ومقتدا کے نقشِ قدم مقدس کی راہ پر گامزن ہوں اور اُنکے ''اخلاق پیمبرانہ'' سے جو کہ مکمّل اخلاق اور مربی انسان ہیں، ہم درس سیکھیں۔

جواد محدّثی

☆ اردو ترجمہ میں خطبات، مکتوبات وکلمات قصار کے حوالے کیلئے مفتی جعفر حسین صاحب کے ترجمہ نہج البلاغہ سے رجوع کریں۔

پاکیزہ طینت

فیوض و برکات الٰہی کا مرکز انعکاس وہ ہی ذات مقدس ہو سکتی ہے جسکی اصل و طینت، خالص و پاک ہو، ورنہ ہر پتھر و کنکر لؤلؤ و مرجان نہیں ہو سکتا۔

الٰہی پیغمبروں کی طینت و سرشت از جملہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سرچشمۂ نور سے ہے۔ اُن حضرات کی اساس اور بنیاد طاہر و مطہر سلسلوں سے ہے اور اُن کی آنے والی نسلیں بھی طیب و طاہر قرار دی گئیں، جن کا منبع حضورؐ کی ذات گرامی ہے۔

پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید الانبیاء اور اشرف المخلوقات ہیں. اُنکو نجیب و شریف اور اعلیٰ ظرفیت رکھنے والے، اُس خاندان کا چشم و چراغ قرار دیا گیا ہے اور یہ خصوصیات اُن کے اجداد کے سلسلے میں رہی ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود پُر برکت سے، اِس زمین کو مزین کیا گیا ہے۔ انبیاء الٰہی کو تمام انسانوں میں سے منتخب کیا گیا ہے، اور ہدایت الٰہی کا بار عظیم اُن کے دوش پر ڈالا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خصوصی صلاحیت اُن کو عطا

کی ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ جوفضل وکمال اُن کوعطا کیا گیا ہے،اُس سے ناجائزاستفادہ نہیں کریں گے،اِسلئے اُن کوغیر معمولی صفات سےنوازا گیا ہے۔

پیامبر خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،اِس جاودان بوستانِ کرامت کےعظیم الشان پھول ہیں جوکہ نسل پاک، ہرآلودگی وعار سے دُوررکھی گئی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس اصل نورانی شرافت، نجابت،طاہرخاندان کےمتعلق فرمایا : اللہ تعالیٰ نے آپؐ کوبہترین معدن میں پیدا کیا،عزیزترین زمین میں کاشت کیا، آپؐ بھی اسی درخت سے متعلق ہیں جس سے تمام انبیاء ومرسلین ہیں۔ آپؐ کی عترت کااورآپ کاشجرہ بہترین شجروں میں سے ہے۔ یہ وہ درخت ہے جوحرم میں پلا بڑھا اورکرم مجد میں شگفتہ ہوااوراس کی شاخیں بلنداورمیوے ہرایک کی دسترس میں نہیں ہیں(۱)

دوسری جگہ آپؑ نےفرمایا:اختاره من شجرة الانبياء و مشكاة الضياء وذؤ ا بة العلياء و سرّة البطحاء.....(۲) آپ کوشجرہ انبیاء سے، چراغ نوراوردرجات جالا اورسرزمین بطحاء سےانتخاب کیا ہے.....

ایک اورمقام پرآنحضرؐت کی نورانی بعثت سےمتعلق جس سےروشنی

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۹۴ "فاخرجه من افضل المعادن منبتا....."

۲۔ ایضاً،خطبہ۱۰۸۔

پھیلی، برہان آشکار ہوئے، کتاب ہدایت آئی، خاندان ریشہ دار، شجرہ پُر شاخ اوراس خاندان کے برگ وثمر کے بارے میں فرمایا '' **اسرته خير اسرة و شجرته خير شجرة ، اغصانها معتدلة وثمارها متهد لة، مولده بمكة وهجرته بطيبة ،علا بها ذكره وامتد منها صوته**''(۱)

آپ کا خاندان بہترین خاندان اور آپکا شجرہ بہترین شجرہ ہے جسکی شاخیں معتدل اور جس کے پھل دسترس میں ہیں، آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی، یہیں سے آپکی وہ صداحق بلند ہوئی جس کی گونج کائنات عالم میں سنی جارہی ہے

حضرت علی علیہ السلام کی نگاہوں میں، رسول عظیم الشان جس زمین سے متعلق رہے وہ دنیا کی بہترین جگہ تھی اور آپ کا محل ولادت، آپ کا بچپن وجوانی جہاں گذری وہ شرف یافتہ زمین تھی۔ وہ اُن سرچشموں میں سے تھے جو سلسلہ کرامت اور گہوارہء سلامت کے لحاظ سے بہترین تھا(۲) اور آپ کا خاندان اور آپ کے بزرگ کسی بھی زمانے میں گمراہی،

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۶۱۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ۹۶۔

جہالت یا کسی بھی نجاست والے افعال میں شامل نہیں رہےاور آپ ؐکی ولادت مقدس میں کسی فاجر کا کوئی حصہ نہیں تھا۔کسی طرح کی آلودگی کا اُن میں دخل نہیں تھا۔آپ ؐ کے وجود مبارک میں کسی بھی شکل میں کوئی نقص نہیں تھا۔آ پکی طہارت ذاتی کے ساتھ آپ ؐ کے بزرگوں سے ہر طرح کی آلودگی کے دُور ہونے کے اشارے ذیل کلمات سے آشکار ہیں،آپؑ نے فرمایا : **لَمْ يُسْهِمْ فِيهِ عَاهِرٌ ، وَلَا ضَرَبَ فِيهِ فَاجِرٌ** (۱) آپ ؐ کے آباواجداد ہر زمانے میں بدکاری وفسق و فجور کی آلودگی سے محفوظ رہے۔

آپ ؐ کے خاندان کا ماحول ایسی نمایاں خصوصیات کا حامل تھا جس نے اِس بذرِ حکمت ونبوت کواپنے دامن میں پرورش دی اور آپ ؐ کے نہالِ وجود مقدس کو، اِس بہترین خاندان میں شاخِ پُر برگ وثمر میں تبدیل کیا اور آپ ؐ کے آثار و برکتوں وفیوضات سے دُنیا کو بہرہ مند کیا اور یہ ہر ایک کے علم میں ہونا چاہیئے کہ بزرگ وعظیم انسان کی پیدائش میں، اُسکے خاندان کی طہارت کا ایک اہم وعظیم حصہ ہے اور نجابت اصل اور نسب کا درست ہونا ضروری ہے، یہ ہی سرشت و طینتِ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل میں دیکھی گئی ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ ۲۱۴

پیغمبرا کرمؐ کا بچپن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بچپن پاکیزگی سے گذارا ہے، آپؐ کی شخصیت کی عظمت کی علامتیں، آغاز زندگی سے ہی آپکے چہرہ مقدس، گفتار و کردار سے ظاہر تھیں. آپؐ کے جدّ بزرگوار عبدالمطلبؑ اور قابل فخر چچا ابوطالبؑ نے آپؐ کے بچپن سے ہی آپؐ کی بزرگی کے، طور طریقے دیکھ لئے تھے۔ اس لئے آپؐ کی پرورش ونگہداشت پوری توجہ سے کی گئی اور آپؐ کی آبرو اور حرمت کی پاسداری کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا سب سے بلند و بالاتر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا سایہ آپؐ کے سر پر تھا خاندانی اصالت ونجابت نے بھی آپؐ کے وجود میں اپنا اثر نمایاں طور پر ظاہر کیا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق:

’’ خَیْرَ البَرِیَّۃِ طِفْلاً وَ اَنْجَبُھَا کَھْلًا‘‘ (۱) بچپن میں سب سے بہتر

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۵۔

اور میان سالی میں نجیب ترین انسان تھے۔ آپؐ نے اپنی زندگی، آغاز سے لے کر انتہاء تک پاکی وصداقت وامانت وشائستگی کے ساتھ گذاری اور یہ سب خاص توجہ وہدایت اور خصوصی تربیت کی وجہ سے تھی. اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے آپؐ کی بلندی ذات اور اخلاق کیلئے فرشتہ مامور کر رکھا تھا

امام علی علیہ السلام نے اِس اختصاصی فضیلت کے بارے میں فرمایا " وَ لَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ بِهِ صلَّى اللهُ عَلَيه وَ آلِهِ مِن لَدُنْ اَنْ كانَ فَطيماً أعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَلائِكَتِهِ يَسْلُكُ بِهِ طَرِيقَ المَكارِمِ وَ مَحاسِنَ اَخْلاقِ العالَمِ لَيْلَه وَ نَهارَهُ " (۱)

آپؐ کے دودھ پینے کے آغاز سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بلند ترین فرشتے کو آپؐ کے ساتھ مامور کیا ہوا تا کہ شبانہ روز آپکو بزرگواری کے راستوں اور محاسن اخلاق کی جانب رکھے۔ یہ تربیت اعلیٰ وارفع، ملکوتی وعرشی اُن کیلئے شائستہ ہے جو رسالت وہدایت بشریت کی عظیم اور وزنی ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں، اور ساتھ ہی اصالت ونجابتِ خاندانی کی مدد اور خصوصی فرشتے کی پاسداری میں اِس راہ کے راہرو بنتے ہیں۔ دوسرے الٰہی نمائندوں کے لئے بھی اِسی طرح کے الطاف وعنایات جاری وساری تھے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲

حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا : ہماری خلقت اللہ تعالیٰ نے کی ہے اور دوسرے لوگ ہمارے بعد خلق کئے گئے ہیں(۱)

یہ کلام اِس معانی میں ہرگز نہیں ہے کہ ائمہ علیہم السلام خالق ہیں بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی فکری وروحی وتربیت میں اور اَثر گذاری میں، ہم ائمہ معصومین (علیہم السلام) کا دخل ہے۔ جب کہ وہ خود ہدایت خاص الٰہی کے تحت نظر وجود میں آئے ہیں اور اسی طرح ان کی تربیت کا جداگانہ طریقہ ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، مراسلہ ۲۸، "اِنَّا صَنائعُ رَبِّنا وَ النَّاسُ بَعدُ صَنائعُ لَنا"

بعثت کے موقع پر دُنیا کی حالت

بلاتر دید بعثت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام بشریت پر، اللہ تعالیٰ کی جانب سے عظیم لطف وکرم اور احسان ہے، اُس زمانہ جاہلیت میں جب آسمانی ہدایت واصلاح کے دروازے کج فہم وتاریک قلب لوگوں پر بند ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے مبعوث کئے جانے والے سلسلے کو دوام بخشتے ہوئے، اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلیٰ ترین دین وآئین اور محکم ترین کلمات وسخن کے ساتھ انسانوں کی فلاح کیلئے بھیجا تاکہ اِس ظلمت زدہ دنیا کیلئے نور وحکمت ودانش کے دروازے کھول دیئے جائیں اور یہ رابطہ قیامت تک کیلئے برقرار رہے۔

بعثت نبوی کی شناخت کی اہمیت، اور اسلام نے کس طرح اُن میں نمایاں بہتر تبدیلیاں پیدا کر دیں اُنکو سمجھنے کے لئے عصرِ جاہلیت کے بارے میں تفصیل سے جاننا ضروری ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں بار بار بعثت

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصد بعثت اور اُس کے فلسفے کے بارے میں فرمایا ہے اور اُس روشن گری کے کنارے، دُنیا کی حالت، اُس کے علاقے، مردم حجاز کے بارے میں مختلف جوانب سے تشریح فرمائی ہے اور اُس زمانے کے ماحول کے بعد ہمیں علم ہو جائے گا کہ کون سی باعظمت نعمت ہمیں، بعثت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل میں دی گئی ہے، اس کے بعد اُس عظیم نعمت کی شکر گزاری کا صحیح طور پر حق ادا ہو سکے ۔

حضرت علی علیہ السلام کے منتخب کلمات میں سے ہم اُس موضوع کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ جہالت و بے علمی

''اِنَّ اللّٰہَ سُبحانَہُ بَعَث محمّدًا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وَ لَیسَ اَحَدُ مِنَ العَرَبِ یقْرَاُ کتاباً وَلَایَدّ عِی نُبُوّۃً وَلا وَحیاً ''(۱)

بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس وقت مبعوث فرمایا، جب عرب میں تحریر کو کوئی پڑھنے والا نہیں تھا اور نہ ہی کسی نے نبوت اور وحی کا دعوی کیا تھا۔

ا۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۴ و ۳۳۔

اِس نکتہ پرتوجہ مرکوز رہے کہ آپؐ کو ایسے ماحول میں مبعوث فرمایا جوکہ لکھنے ،پڑھنے اورطلب علم سے عاری تھا۔آپ کا معجزہ قرآن ہے جوکہ اثبات نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک محکم دلیل ہے۔

۲۔ اُس وقت،دین وہدایت کی نشانیاں

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسالت کے ساتھ اُس ماحول میں بھیجا،جب ہدایت گم ہوچکی تھی اوردین کا چراغ گل ہوچکا تھا!تو آپؐ نے حق آشکار فرمایا اور لوگوں کونصیحت کی اورراہِ درست کی جانب ہدایت فرمائی اورراہ اعتدال کا فرمان دیا(۱)

۳۔ تفرقہ واختلافات

دین ایک ایسانقطہ محور ہے کہ جہاں پرلوگ ایک دوسرے سے وابستہ ہوکر اجتماعیت کا اظہارکرتے ہیں اوراگر یہ مرکز نہ ہوتو معاشرہ بکھر جاتا ہے۔ اوراگر کوئی اسکے علاوہ اپنی جانب کھینچتاہےتونظام معاشرہ افتراق کاشکاربن جاتا ہے. حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام اُن ناگوارموارد کے بارے میں فرماتے ہیں: اُن دنوں (جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کومبعوث فرمایا)لوگ زمین پرایسے آئین و

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۱۹۵" اَرسَلَهُ واعلامُ الهدیٰ دارِسَة وَمَناهِجُ الدِّینِ طامِسَة...."

قانون کے پیروکار تھے جو ایک دوسرے کے خلاف تھا۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا اور قطعی ہم آہنگی نہ تھی

وہ سب اختلافات کا شکار تھے... اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے لوگوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ دکھائی اور اُن کو جہالت سے نجات دلائی (۱)

۴۔ سرگردانی و جاہلیت

آسمانی اور انبیاء کی تعلیمات و معارف کے پاکیزہ چشموں سے دُوری کا نتیجہ جہالت ہے اور جہالت کا نتیجہ سرگردانی و حیرت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

جہالت کی بنا پر یہ ممکن ہے کہ بار بار کی لرزشیں اور لغزشیں دامن گیر ہوں، حکّام جور کے دام میں پھنس جائیں اور وہ حکّام، لوگوں کی نادانیوں سے سوء استفادہ کریں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اِسی جانب واضح اشارہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اُس ماحول میں مبعوث فرمایا، جب لوگ وادیٔ گمراہی میں سرگرداں تھے۔ فتنوں کی اندھے بن کر تقلید کر رہے تھے۔ ہوائے نفس نے اُنکی عقل کو اغوا کر لیا تھا۔ جہالت نے اُن کے ذہنوں کو اندھا کر دیا تھا۔ لغزشوں و لرزشوں و سرگردانیوں میں اپنی زندگیاں گذار رہے تھے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱ "اَهلُ الاَرضِ یَو مئذٍ مِلَلٌ مُتفرّقَه وَ اَهوا ءٌ مُنتَشِرَه..."

نادانی کی بلاؤں میں مبتلا ہو چکے تھے۔اُس ماحول میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو بے حدوحساب نصیحت فرمائی اور اُن کو حکمت وموعظہ کے ذریعے درست راستے پر گامزن کر دیا(۱)

۵۔غفلت وظلمت

جب بھی لوگوں کا پیغمبروں اوراُن کی بعثت کے درمیان زیادہ عرصہ گذرا تو اِس خالی زمانے میں لوگوں نے تعلیماتِ آسمانی سے غفلت برتنا شروع کر دیا تو اس بنا پر گمراہی وظلمت نے اُن کی زندگی وافکار پر حکمرانی شروع کر دی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور پیغمبر کو بھیج دیا تا کہ راہ نور وحق اور توحید جاری رہے اورلوگ زمانہ فترت (جب درمیان میں نبی موجود نہ ہو) میں سرگشتہ اور گمراہ نہ رہیں۔حضرت علی علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا ماحول، جو کہ تاریکی اور گمراہی میں ڈوبا ہوا تھا، کا اِس طرح سے ذکر کیا ہے : اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس زمانے میں بھیجا، جب پیامبروں کی رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور اقوام طولانی خواب غفلت میں سو رہی تھیں۔لوگ فتنوں میں گرفتار ہوئے تھے۔اُن کی زندگی افراتفری کا شکار تھی۔تنازعات میں مبتلا تھے۔جنگ وجدال کی آگ بھڑکی ہوئی تھی

۱۔نہج البلاغہ،خطبہ۹۵ ''بَعَثَہُ والنّاسُ ضلّالٌ فِی حَیْرَۃٍ و حَاطِبونَ فِی فِتْنَۃٍ...''

دُنیا کا چہرہ مرجھا چکا تھا۔طاقت کا گھمنڈ چاروں طرف تھا۔ باغ حیات کملایا ہوا تھا۔رنگ زندگی اُڑ چکا تھا۔زندگی بے ثمر ہو چکی تھی۔حیات بخش چشمے بے آب و خشک ہو چکے تھے۔علامات ہدایت فرسودہ اور بوسیدہ ہو چکی تھیں۔گمراہی ہر جگہ حکمران تھی۔ دُنیا کا چہرہ مکروہ اور خوفناک تھا۔اُس کا نتیجہ،فتنہ کی حالت میں تھا اس کے شکوفے اور کلیاں بے جان تھیں.نچلے طبقے میں ڈر وخوف کی فضا حاکم تھی اور طبقہ بالا میں شمشیر وسناں کی فضا حکمران تھی(۱)

۶۔ زندگی مجموعہ رنج والم

دین خدا پر عمل کا نتیجہ،معاش ومعاد کی ضمانت اور دنیوی واُخروی زندگی میں فلاح وکامرانی ہے۔اِس کے برعکس،یعنی اگر لوگوں کی زندگی،خدا اور دین سے دُور رہے تو پھر یہی زندگی رنج والم کا مجموعہ کہلائے گی اور مشکلات اور سختیوں سے بھری رہے گی،خواہ دولت وثروت کی ریل پیل ہی کیوں نہ ہو ،کیونکہ اُن کا باطن غیر مطمئن اور کھوکھلا ہوگا،اور اخلاق وانسانیت سے دُور ہوں گے۔حضرت علی علیہ السلام نے اُس حقیر اور پست زندگی کے بارے میں جو بعثت رسولؐ کے وقت بلاؤں اور مصیبتوں سے بھری ہوئی تھی،کی جانب مندرجہ ذیل الفاظ میں

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۱۸۹اسی طرح کی اور تعبیرات خطبہ۹۴ و ۱۵۸ میں بھی موجود ہیں۔''اَرسَلَهُ عَلی حِینِ فَترَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَ طُولِ هَجعَةٍ مِنَ الاُمَم ...''

فرمایاہے: خداوندمتعال نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیامیں اپنی وحی کاامین بناکر،لوگوں کومتنبہ کرنے کے لئے ایسے وقت ارسال کیا جب تم عرب بدترین رسم ورواج کاشکارہوچکے تھے،زمین سخت اورکھردری تھی اور زہریلے سانپ تمھارے اطراف گھیراڈالے ہوئے تھے۔تم گدلااورآلودہ پانی پیتے تھے اورتمھاراکھانابے مزہ اورنامناسب اجزاء سے مخلوط تھا۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھےاورخون بہاتے تھے۔رشتے داروں سے رابطےتوڑدیتے تھے۔بتوں کو اپنے درمیان نصب کررکھاتھااورگناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے (۱) (یعنی تم سے دُوراورجدانہیں تھے)

۷۔ تاریکی اورنا امیدی کے سایے

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک اورخطبہ میں دین سوزفتنوں اوراختلافات پھیلانے والوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جوکہ بعثت نبوی کے زمانے میں پورے سماج پر چھائے تھے : اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپکواُس زمانے میں مبعوث فرمایا،جب لوگ فتنوں میں گرفتارتھےاوریقین کی بنیادوں کو متزلزل کردیا تھا۔ دین کی شکل بگاڑدی گئی تھی ، اُموردین درہم برہم کردیئے گئے تھے،سختیوں اور

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۲۶’’ اِنّ اللّٰہ بَعث محمّداً نذیراً للعالمینَ و اَمیناً عَلَی التَّنزیلِ وانتم مَعشَر العَرَبِ عَلٰی شرِّ دینٍ و شَرِّ دارٍ ...‘‘

مشکلات سے رہائی پانا اوراُن سے باہر نکلنے کو دشوار بنادیا گیا تھا ۔مشعل ہدایت بجھ چکی تھی ۔گمراہی اوراندھیرے چاروں طرف حاکم تھے ، نافرمانی خدا،اور اطاعت شیطان ہر جگہ دیکھنے کوملتی تھی ۔ایمان کوخوار بنادیا گیا تھا اورستون یقین گرائے جاچکے تھے،یقین کی علامتیں محوکردی گئی، ایمان کے راستے متروک کر دیئے گئے تھےاوردین فراموش کیا جاچکا تھا(۱)

اِس طرح کے تاریک اُفق اوروہم آلودگی میں ، صرف نوربعثت ہی قدرت رکھتا تھا کہ اُنکی زندگی اورذہنی فضاؤں کوروشن کیا جائے اوراُن کی زندگی کواور مستقبل کواُمیدوار بنایا جائے۔

۸۔ شیطان کا تسلط اورحاکمیت

جہل،تنگدلی اورتعصب کا دوردورہ ہوتوایساماحول، شیطان کےتسلط وحکمرانی کے لئے سازگار ہوتا ہے۔جب انسان کے دل میں خدا نہ ہو، تو وہاں شیطان کا بسیرا ہوجا تا ہے،اوروہ اُن لوگوں سے کام لینا شروع کر دیتا ہے،اُنکو اپنے پاؤں تلے کچلنا شروع کر دیتا ہے...یہی ماحول،بعثت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے موجودتھا۔

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۲" و الناس فی فتن انجذم فیھا حبل الدین"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُس زمانے میں اِس طرح کے لوگوں کی عادات کے بارے میں فرمایا ہے " أطاعُوا الشّيطان فَسَلكُوا مَسالِكَهُ وَ وَرَدُو مناهِلَهُ ،بِهِم سارَتْ اَعْلامُهُ وَ قامَ لِواؤُهُ ، في فِتَنٍ داسَتْهُمْ بِاَخْفافِهٰا و وَطِئَتْهُم بأظلافِهٰا وَ قَامَتْ عَلٰى سَنابِكِها، فَهُمْ فيهٰا تائِهُونَ حائِرُونَ جاهِلُونَ مَفتونُونَ ، فى خَيرِ دارٍ وَ شرِّ جيران ،نَومُهُم سُهُودٌ و كُحلُهُم دُمُوعٌ بِاَرْضٍ عالِمُها مُلْجَمٌ وَ جاهِلُها مُكْرَمٌ "(۱)

وہ شیطان کی پیروی کرتے تھے اور اُس کے راستوں پر چلتے تھے۔ شیطان کے چشموں سے سیراب ہوتے تھے اور اُسی کے ساتھ چلنا شروع کردیتے اور اُسکے پرچم کو لہرانا شروع کردیتے۔جانوروں کی طرح فتنوں میں پڑے ہوئے تھے۔ایک دوسرے کو ٹھوکروں میں رکھتے تھے اور اپنے سموں کے تلے کچلتے تھے اور پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہوجاتے تھے۔اُس ماحول میں حیران و پریشان و سرگردان اور جاہل،شیطان کے فتنوں میں گرفتار تھے.پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،بہترین سرزمین (مکہ)،مگر بدترین ہمسایوں کے درمیان میں تھے،آپ کا سونا بھی حالت بیداری جیسا تھا آپ کی آنکھوں کا سرمہ،سوزناک آنسو تھے اور اُس سرزمین میں تھے جہاں عالموں کے منہ پر تالا لگا تھا

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۲

اور جاہلوں کو مسند عزت پر بٹھایا ہوا تھا۔

یہ اُس زمانے کے ماحول کے کچھ گوشے تھے جو کہ قبل از بعثت موجود تھا اور لوگ اُن فتنوں اور جہالیت کی اَمواج میں اپنے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے. بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اُن کیلئے اُمید کی کرن اور راہِ نجات تھی جو کہ اُنکی زندگیوں کے لئے ظاہر ہو چکی تھی، آپؐ نے انھیں عزت بخشی، علم ومحبت کا سرمایہ دیا، زندگی حقیقی واخلاق انسانی سے آگاہی حاصل ہوئی۔ آپؐ کی وجہ سے زندگیوں کو نئے راستے ملے اور معاشرے کو یکسر تبدیل کر دیا۔

بعد کے حصہ میں، فلسفہ بعثت نبوی، اور اس کا عظیم الشان نتیجہ امام علی علیہ السلام کی زبان سے سنیں گے کہ بعثت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیامبروں کی بعثت کے بارے میں یہ گفتگو قرآن کی آیات کی روشنی میں ہے اور اس کی روح کلی، اسکے صحیح اندیشے اور یقین جو شرک سے نکال کر توحید کی جانب لیکر آتے ہیں اور راہ زندگی توحیدی کو ہمیشہ کیلئے پایہ ایمان کے ساتھ مبداء ومعاد پر رکھتے ہیں۔

فلسفہ بعثت نبویؐ

تمام انبیاء الہی یہی پیغام لیکر آئے کہ انسان، آسمانی ہدایات وقوانین پر عمل کرتے ہوئے خالق دو جہان کا بندہ بن جائے۔ تمام انبیاء کرام وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فرمان حاصل کرتے اور اُس کو انسانوں تک پہنچا دیتے تھے. اور انسان کے سامنے مبداء و معاد کے موضوعات کو بیان کر کے، زندگی کو دین داری اور خوف خدا کے ساتھ گذارنے اور آخرت کی اہمیت سمجھنے کی دعوت دیتے. حضرت علی علیہ السلام کے بیانات میں ایسے نکات موجود ہیں کہ جس سے فلسفہ بعثت انبیاء معلوم ہوتا ہے اور بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اِسی سلسلے کی کڑی ہے: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور انبیاء کے سلسلے کو ایک دوسرے کے بعد مبعوث فرمایا تا کہ لوگوں کو میثاق فطرت الہی کو پورا کرنے کی دعوت دیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی فراموش کی ہوئی نعمتوں کی یاد دہانی کروائیں اور تبلیغ الہی کے ساتھ اُن کے سامنے احتجاج کریں اور اُن کی

سوئی ہوئی عقلوں کو بیدار کریں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کی جانب ان کی توجہ مبذول کرائیں (۱)

جاہلیت کے زمانے میں انسانوں کو اس طرح جھنجھوڑنا، نعمتوں کا یاددلانا اور عقل کی بیداری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا ایسا فریضہ تھا، جو آپ نے انتہائی نامساعد حالات میں انجام دیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کے بس کا کام نہ تھا۔

تمام انبیاء کرام کی دعوت کا جو اہم ترین نکتہ تھا وہ ''انذار'' تھا یعنی خوف دلانا اور متنبہ کرنا جبکہ اس کے ساتھ بشارت دینے کو بھی رکھا گیا ہے۔ یہ واضح رہے کہ انبیاء کرام، مبشر بھی تھے اور منذر ونذیر بھی تھے. کفر وشرک اور تکذیبِ آیاتِ الٰہی، اور سفیران الٰہی کی دعوت سے بے اعتنائی برتنے کے نتیجہ کا انجام، بدحالی تھا۔ اور انبیاء الٰہی کی بشارتوں پر یقین، عمل وتصدیق کرنے کا نتیجہ، خوشحالی تھا۔ اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری دنیا کیلئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجے گئے تھے، کسی خاص علاقے یا قوم کیلئے نہیں

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱ ''فَبَعَثَ فِیهِم رُسُلَهُ و واتَرَ اِلَیهِم اَنبیاءَ هُ لِیَستأدُو هُم مِیثاقَ فِطرَتِه وَیُذَكِّر و هُم مَنسِیَّ نِعمَتِهِ و یَحتَجُّوا عَلیهم بِالتّبلیغِ یُثیرُوا لَهُم دفائنَ العُقُولِ وَ یُرُوهُم آیاتِ المَقدِرَةِ''

آپؐ کے بارے میں فرمایا ہے' اِنَّ اللّٰہِ بَعَثَ مُحَمَّداً صلی الله علیه وآله وسلم نَذیراً لِلْعٰالَمِیْن"(۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمین کیلئے نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ ہی اشارہ قرآن مجید کی آیت میں فرمایا ہے ﴿لِیکُونَ لِلعالَمین نَذیرا﴾(۲)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے فرائض میں انسان کو فرمان خدا کے ابلاغ کے ساتھ ساتھ اجراء کرنا بھی شامل ہے تاکہ اتمام حجت ہوجائے۔اور وہ یہ نہ کہہ سکیں، کہ ہم نہیں جانتے تھے اور کسی نے ہمیں آگاہ ہی نہیں کیا، اور نہ ڈرایا

امام علی علیہ السلام نے فرمایا " اَرْسَلَهُ لِإنْفاذِ اَمرِهِ وَ اِنهاءِ عُذْرِهِ و تَقدیمِ نُذُرِهِ"(۳)

اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فرمان کے اجراء کیلئے اپنی حجت کی ابلاغ کے لئے اور گناہ گاروں کو عذاب سے ڈرانے کیلئے بھیجا قرآن مجید میں بار بار اِس حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قوموں میں بار بار رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے تاکہ لوگوں پر اتمام حجت ہو

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۷۲۔

۲۔ سورہ فرقان، آیہ ا،

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۳۔

جائے اور وہ روز قیامت یہ نہ کہہ سکیں: یا اللہ! کیوں تو نے ہمارے لئے ڈرانے والا نہیں بھیجا تا کہ تیرا پیغام سنتے اور اُس پر عمل پیرا ہوتے ؟(۱)

فلسفہ بعثت نبوی سے متعلق آپؑ نے پھر فرمایا'' اَرْسَلَهُ بالدّين المَشْهُورِ وَ الْعَلَمِ المأثورِوَالكِتابِ المَستورِوَالنُّورِالسّاطِعِ وَ الضّياءِ اللّامِعِ والأمرِالصّا دِعِ اِزاحَةً لِلشّبُهاتِ وَ احْتِجاجاً بِالبَيّناتِ وَ تَحْذِيرا بًالآياتِ وتَخوِيفاً بِالمَثُلات '' (۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو واضح دین کے اور پرچم آئین صداقت کے ساتھ لکھی ہوئی کتاب اور نور درخشاں فرمان واضح کے ساتھ تا کہ شکوک شبہات کو ختم کرے، دلائل واستدلال کے ساتھ اور آیات خدا کی مخالفت کرنے والوں کو اور جھوٹوں کو انجام سے ڈرائے۔

ایک اور جگہ آپؑ نے فرمایا: جب اللہ سبحانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا کی تا کہ وعدہ الٰہی کو پورا کر دیں اور آپؐ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے (۳)

۱۔ سورہ طہ، آیہ ۱۳۴ اور سورہ قصص، آیہ ۴۷ . ۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۔
۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱ .

اِس کلام میں ختم نبوت کا واضح اشارہ موجود ہے کہ یہ ہی آخری رسول ہیں۔

بعثت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت مقاصد ہیں جیسے جاہلانہ رسم و رواج ووہم وشک وبت پرستی وشیاطین وطاغوت کے تسلط سے نکال کر، قرآن مجید کے سایہ کرامت میں لے آنا ہے۔ اُنھیں بے جان یافانی انسان کا بندہ و غلام بننے کے ننگ وعار پرستش سے رہائی دلا کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف لایا جائے تا کہ اُس کے سایے میں، انسان عزت کے مقام پر پہنچ سکے۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبے میں اِس حقیقت کی جانب اِس طریقے سے بیان کیا گیا ہے :

اللہ تعالی نے حق کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے تا کہ وہ اُسکے بندوں کو، بتوں کی پرستش سے نکال کر اللہ کی بندگی کیلئے آمادہ کریں.اطاعت شیطان سے اطاعت رحمٰن کی جانب لے کر آئیں یہ سب کام قرآن مجید کے وسیلے سے انجام دیں،جسکے مطالب ومعانی،روشن ومحکم بنائے گئے ہیں تا کہ بندے اپنے پروردگار کو پہچان لیں۔ جہالت ونادانی چھوڑ کر اُس پرایمان لے آئیں اورصرف اُسی کی ذات کا اقرار کریں:

"فَبَعَثَ اللّٰہُ محمّداً بالحقِّ لِیُخرِجَ عِبادَہُ مِنْ عِبادَۃِ الأوثان اِلٰی عبادَتِہِ وَمِنْ طاعَۃِ الشَّیطان اِلٰی طاعَتِہِ ..."(۱)

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ ۱۴۷۔

یہ سب تعبیریں، صدیوں سے قیدو بند انسانوں کو، نجات بخشی اور بیداری کا بلند فلسفہ دکھا رہی ہیں جو بعثت پیامبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پوشیدہ تھیں؛

یہاں تک کہ بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دے۔

یہاں تک کہ تھکے قدموں کو آرام دے۔

یہاں تک کہ جکڑے ہوئے پیروں کو آزادی مل جائے۔

یہاں تک کہ وزنی زنجیروں سے، جکڑی ہوئی زنجیروں سے آزاد کرائے۔

یہاں تک کہ جو دروازے شیطان، سیاہ راتوں اور شک کی جانب کھلے ہوئے ہیں اُن کو بند کر دے اور یقین و رحمٰن کے دروازے، لوگوں کیلئے کھول دے۔

یہاں تک کہ جہالت کے مرض کا، حکمت کی دوا سے علاج کرے۔

یہاں تک کہ شرک و کفر کی بیماری کو، پیغام توحید سے شفا دے۔

یہاں تک کہ لوگوں کو تحریف شدہ ادیان کے ستم سے حقیقی و خالص اسلام کے نظام عدل میں لے آئے۔

تا کہ اطاعت مخلوق سے، اطاعت خالق کی جانب لے آئے (۱)

یہ تمام حکمت و فلسفہ بعثت، اُس رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے. جو کہ بہت ہی جامع اور روشن الفاظ میں قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ

۱۔ روایت انقلاب، جواد محدثی، ج۱ص ۱۷۵۔

وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والا، طیّبات کوحلال کرنے والا، پلیدیوں کوحرام کرنے والا، بھاری طوق، غلامی کی زنجیروں سے اور ذہنی گرفتاری سے رہائی دلانے والے بن کر آئے، متعارف کرایا گیا ہے

﴿... يَضَعُ عَنهُم اِصرَهُم وَالأغلالَ الَّتی كانَتُ عَلَيهم﴾(۲)

اُس رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اُمت محمدی کی تاریخی زندگی اور اسلام کے آسمانی قوانین، یہ سب شاہد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کا فریضہ انجام دینے میں، کامیاب وکامران رہے ہیں اور بشریت کی تقدیر بدل دی اور ایک اُمت جوکہ اساس علم وایمان وعدالت وحق پر ہو وجود میں لے آئے۔ وہ قول جوخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے "بُعِثتُ لِاُتَمِّمَ مكارِمَ الأخلاق"اور نہج البلاغہ میں مختلف طریقوں اور مختلف تعبیروں میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ اعراف، آیہ۱۵۷

اُسوہ کمال ونمونہ اخلاق

مثالی افراد اور پسندیدہ شخصیت کے اخلاق وکردار کے علاوہ کوئی چیز زیادہ مؤثر نہیں ہوتی. لوگ پہلے ذات وکردار کو جانچتے ہیں پھر اُنکے اقوال کا اثر قبول کرتے ہیں۔ اِسی بنا پر قرآن مجید و احادیث اور دینی کتابوں میں تاکید کی گئی ہے کہ صاحبان کردار کو نمونہ عمل قرار دیا جائے. اِس طرح کی خصوصیات کو مختلف بیانات کے ساتھ متعارف کرایا گیا ہے۔

قرآن کریم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسوہ حسنہ کے طور پر متعارف کرایا ہے ﴿لَقَدْ كانَ لَكم فِی رَسُولِ اللّٰهِ اُسوةٌ حسنةٌ﴾ (۱)

تمھارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوہ حسنہ کافی ہے۔

اِسی مناسبت سے امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُن کیلئے جو طالبِ مشعل راہ و مثالی شخصیت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی جانا ہے آپ نے فرمایا:

''وَ لَقَدْ كانَ فِی رَسُولِ اللّٰهِ صلی الله علیه و آله وسلم كافٍ لَكَ فِی الاُسوَةِ'' (۲)

۱۔ احزاب، آیہ ۲۱۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار تمھارے لئے کافی ہے۔ آنحضرتؐ کے اسوہ کامل کی پیروی کا لازمی تقاضہ ہے کہ سادہ زندگی گذاری جائے اور دُنیا سے دل نہ لگایا جائے " فَتأ سَّ بِنَبِیِّکَ الاَطیَبِ الاَطهَرِ صلی الله علیه و آله وسلم ، فَاِنَّ فِیهِ اُسوَةً لِمَنْ تَأ سَّیٰ وَ عزاءً لِمَنْ تَعزّیٰ، وَ اَحَبُّ العَبادِ اِلَی اللّٰهِ الُمُتَأسّي بِنَبِیِّهِ وَ المُقْتَصُّ لِاَثَرِهِ "(۱)

پس پاک وپاکیزہ ترین شخصیت اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرو اللہ کا درود آپؐ پر اور آپؐ کی آلؑ پر ہو آپؐ اُن سب کے لئے مثالی شخصیت ہیں جو آپ کی پیروی کریں اور ان سب کیلئے شائستہ ترین انتساب ہیں جو خود کو اُن سے منتسب کریں، اللہ کا محبوب ترین وہ ہے جو اُس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اقتداء کرے اُن کے نقوش قدم پر گامزن ہوں گے۔

یہ تعبیر کہ" آپؐ کے نقوش قدم پر قدم رکھیں" روشن ترین کلام ہے جو آپ کی پیروی کے بارے میں آنحضرتؐ کو اسوہ کامل قرار دیئے جانے کے سلسلے میں کہا گیا ہے اور جگہوں پر بھی اس طرح کی تعبیرات سے استفادہ کیا گیا ہے از جملہ "فتأسّیٰ مُتَأسٍّ بِنَبِیِّهِ وَ اُقتَصَّ اَثَرَهُ و وَلَجَ مَوْلِجَهُ ، وَاِلّا فَلا یأمَنِ الهَلَکَةَ فِاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحمّداً عَلَماً لِلسّاعَةِ وَ مُبَشِّراً بِالجَنَّةِ وَمُنذِراً بِالعُقُوبَةِ " (۲)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰ ۲۔ ایضاً

اگر پیروی کرنا چاہتے ہوتو اُسکے رسولؐ کی پیروی کرو، اپنے قدم اُن کے نقوش قدم پر رکھو، تا کہ وہ بندے وہاں پر آ جائیں، ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے لئے نشانی اور بہشت کی بشارت دینے والا اور عذاب سے خوف دلانے والا بنا کر بھیجا ہے.

آپؐ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے " **فَمَا اَعۡظَمَ مِنَّةَ اللّٰهِ عِنۡدَنَا حِينَ اَنۡعَمَ عَلَينَا بِهِ سَلَفاً نَتَّبِعُهُ وَ قَائِداً نَطَاُ عَقِبَه** " (۱) اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا عظیم احسان کیا ہے اور ہمیں نعمت سے نوازا کہ اس نے ہمیں ایسا راہنما اور رہبر عطا فرمایا جس کی پیروی، پیشوائی ہمارے لئے لازم قرار دی گئی۔ اِس سے معلوم ہوجاتا ہے، اگر عظیم الشان انسان کو بھی مثال ونمونہ کے طور پر اپنا آئیڈیل قرار دے اور اسکو اپنی محبوب شخصیت بھی بنالے مگر اُسکی اقتداء نہ کرے اور اپنے عمل کو اُس جیسا نہ بنائے ،تو وہ اُسکے کردار و گفتار سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے گا۔سب کے سب انسان نمونہ عمل کے نیازمند ہیں کردار اور نمونہ عمل ، مسائل تربیّتی ومعنوی میں بہت کارساز ہیں۔

کوئی بھی دین صرف قواعد وقوانین کی بات کرے مگر مکتب وحی کے تربیت شدگان کے عملی کردار موجود نہ ہوں تو وہ دوسروں کو اپنا پیرو کار نہیں بنا سکیں گے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰۔

سب سے پہلے خود وحی کے حامل اور آسمانی پیشوا عملی طور پر بلند نمونے قرار پاتے ہیں تا کہ دوسرے ان کے مکتب کو اپنے لئے قابل عمل قرار دیں۔

ممکن ہے معاشرے میں بعض مناسبات سے آئیڈیل جدا جدا ہوں مگر ہر طرح سے نمونہ کامل حیات صرف اور صرف پیغمبرؐ اور امام معصومؑ ہیں اور انسانوں کیلئے یہ ہی بلند و بالا مشعل حیات ہیں۔

اگر چہ اللہ کے نمائندے معصوم اور کمالات میں بہت ہی بلند ہیں اور ہم کسی بھی طرح اپنا مقابلہ ان سے نہیں کر سکتے، نہ ان جیسے بن سکتے ہیں اور کوئی خیال بھی نہ کرے کہ اُن کی سطح میں آجائے، لیکن جدو جہد کریں کہ انکے فضائل اور اخلاق سے نزدیک ہوسکیں اور اپنے وجود کو اِس ظرف تک لیکر آئیں کہ پیغمبروں کے طور وطریقے اپنالیں، اُن کی شباہت میں خود کو ڈھال لیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا لیکن ضروری ہے اپنی پسندیدہ شخصیت کے ساتھ قدم اُٹھائیں اور اُن کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں، اُن ہی کے ہو جائیں اور اُن سے سیکھیں اور کوشش کریں، ہر روز، اُنکے ساتھ، طویل فاصلوں کو کم کریں، اُن کے نزدیک تر ہو جائیں اور خود کو اُن کا ہم مقصد، ہم راہ، ہم عقیدہ اور ہم قدم بنائیں (۱)

۱۔ مؤلف کی کتاب ''ہمگام با رسولؐ'' کا مطالعہ کریں جس میں سیرت اخلاقی پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے۔

یہ، ہم قدم اور ہمراہ ہونا اُس کیلئے میسر ہے جو اُنکی خصوصیات وصفات کو سامنے رکھیں اور عمل کریں یہ سب قرآن واحادیث سیرہ کی کتابوں میں آیا ہے جسے سمجھنے کی ضرورت اور وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے دُنیا وزندگی اور اُس کی نیک عاقبت کو درک کرنا چاہئے اور اُسی نظر سے ہستی اور خالق ہستی اور انسان کو دیکھے اور اُس کے مطابق عمل کرے ۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام سے خطاب کیا ہے اور یہ خط، ایک وصیت اور عرفان کے حکم میں ہے جس میں اِسی نکتے پر، ہر طرح سے تاکید کی گئی ہے:

میرے بیٹے! جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں خبر دی ہے اور آگاہ کیا ہے، ایسے کسی کے بارے میں نہیں فرمایا ہے۔ پس وہ پیشوا اور ایسے ہدایت کرنے والے ہیں، جس میں نجات ہے۔ اُن سے راضی رہو (یعنی اُنہی کو نمونہ حیات اور خداشناسی کے طور پر قبول کرو)(۱)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نہ فقط حوزہ اخلاق اور فضائل میں عملی مثال ہیں بلکہ معرفتِ خدا میں بھی ہمارے لئے معلم اور ہادی ہیں، اِس بنا پر لازم ہے کہ معارفِ دین کو آپؐ سے اور آپؐ کے اہل بیت علیہم السلام سے حاصل کریں

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ۳۱، (بند۴۳) " واعلم یا بنی ان احدا لم ینبی عن الله سبحانه کما انبأ عنه الرسول صلی الله علیه وآله وسلم ، فارض به رائدا والی النجاة قائدا "

کیونکہ یہ سر چشمہ الٰہی سے متصل ہیں۔ جو علم و عرفان یہ ہمیں سیکھائیں گے، وہ ہر طرح کے عیب و نقص سے پاک ہوں گے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام اُن عملی، طاہر اور نیک مثالوں کو اس طرح بیان فرماتے ہیں " فَهُوَ اِمامُ مَنِ اتّقٰی وَبَصیرَۃُ مَنِ اهتَدیٰ ، سِراجٌ لَمَعَ ضَوؤُہُ وَ شِهابٌ سَطَعَ نُورُہ "(۱) وہ متقیوں کے پیشوا ہیں اور جو ہدایت کا طالب ہو، اُسے، اُن ہی کے وسیلے سے بصارت اور بینائی ملتی ہے۔ وہ ایسا چراغ ہیں جن کا نور درخشاں ہے۔ وہ ایسا ستارہ ہیں جس کا نور روشن تر ہے۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی فضائل، اور اوصاف اخلاق و کردار کو آپؐ کے وصی و جانشین کے حوالے سے سنیں کہ جس نے اپنی عمر، اُنکے پاس گذاری ہو اور نزدیک سے آپؐ کے تمام کردار و اوصاف کا مشاہدہ کیا ہو، ہم اُن تمام خصوصیات سے آشنا ہو جائیں گے اور ایک بہترین میدان ہموار ہو جائے گا، اور ہم اس طرح، اُن کے اُسوہ کمال سے بہترین، نمونہ حیات حاصل کر سکیں گے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۴۔

بلند اوصاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی شخصیت ہیں جو ہدایت بشر کیلئے بھیجے گئے ۔آپ آسمانی رسالتوں کو ابلاغ کرنے کیلئے تشریف لائے ۔نہج البلاغہ میں آپ کی بعض صفات کی طرف حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اشارہ فرمایا:

آپؐ کی صفات میں سے ایک صفت "وعی" ہے۔اُس کا معنی قدرت ادراک اور دریافت پیغام ہے اور اِس کو یاد رکھ کر دوسروں میں منتقل کردینا ہے۔حضرت علی علیہ السلام آنحضرتؐ کو اِس عنوان "**واعیا لوحیک ،حافظا لعھدک**" (۱) سے یاد کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی اور عہد کو دریافت کرنے والا اور یاد رکھنے والا، اِس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آپؐ کی دریافت کرنے اور درک کرنے کی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۷۲۔

ظرفیت بلند و بالا تھی اور اسی طرح یاد رکھنے اور منتقل کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کے حامل تھے ۔

آپؐ کی ایک نمایاں صفت "امانت" ہے آپؐ کو " امیں وحی " کے لقب سے بہت زیادہ یاد کیا گیا ہے۔ آپ وحی کی تبلیغ کرنے میں امانت دار تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا "فَھُوَ اَمِینُکَ المأمُونَ وَشَہِیدُکَ...یومَ الدِّینِ بَعِیثُکَ نِعمَۃً"(۱)

پروردگارا ! وہ (محمدؐ)، تیرا امین اور درست کار ہے۔۔۔ قیامت کے دن تیرا گواہ ہے اور تو نے پیامبری کی نعمت کے ساتھ اُنہیں مبعوث فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی صفات میں سے ایک صفت "عبودیت" ہے انسان کی خلقت کا فلسفہ بھی یہ ہی ہے کہ خالق کی عبادت و پرستش کی جائے ۔ جو بھی اُس کی بارگاہ میں حق بندگی بجالائے گا، وہ عظیم تر کہلائے گا ۔ عبودیت ایک بلند و بالا صفت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کا اِسی صفت سے متعارف کروایا ہے. اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام رسالت پر پہنچے ہیں، تو اِسی صفت عبودیت کی بنا پر کیونکہ تمام صفات سے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۶، نیز ان خطبات ۱۷۳ اور ۲۶ میں بھی آپ کو امین وحی اور امین تنزیل کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

زیادہ، آپؐ میں عبودیت کی صفت تھی۔ اِسی لئے ہم آپ کی عبودیت کی گواہی، رسالت سے پہلے دیتے ہیں" عَبدُہُ وَ رَسُولُہُ "اِسی عبادت کی وجہ سے صفت ِعبودیت کومقدم کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی اِس طرح کی بندگی کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کوغیروں کی غلامی سے آزاد کردیتا ہے اُسکی درگاہ میں عبودیت درحقیقت زمینہ سازِ حریت ہے۔

قرآن مجید میں، پیغمبرعظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوصفت ''عبد'' سے بارہا مرتبہ یاد کیا گیا ہے(۱) اوراللہ تعالیٰ کے حضور یہ صفت ایک اہم علامت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''عبد اللہ'' ہیں لہذا، ہوائے نفس، دُنیا، مقام زروسیم کی فکروں سے آزاد ہیں۔

جب بھی امیرالمؤمنین علیہ اسلام نے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا اور آپؐ کی رسالت کی گواہی دی تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوعبداللہ اوراس کا بھیجا ہوا فرمایا اور رسالت کی گواہی دینے سے پہلے آپؐ کوعبد کے ذکر سے یاد کیا ہے

۱۔ سورہ،اسراء ،آیہ ۱ ؛ بقرہ،آیہ۱۳ ؛ فرقان ،آیہ ۱ ؛ زمر ، آیہ ۳۶؛ نجم ، آیہ ۱۰ اور بہت سی آیات۔

''وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحمّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ سَيِّدُ عِبادِهِ'' (۱)

اور میں شہادت دیتا ہوں کی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اور اُس کے بندوں کے سید و سردار ہیں۔

آپؐ کی صفات میں ''مبشر اور منذر'' دو اہم صفتیں ہیں. نیک بندوں اور مؤمنین کو بہشت اور سعادت کی بشارت دینے والا، دین دشمنوں اور کافروں کو عذاب دوزخ اور شقاوت ابدی سے خوف دلانے والا۔

''اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحمّداً نَذِيراً لِلْعالَمِينَ وَ اَمِيناً عَلَى التَّنزِيلِ'' (۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عالمین کو ڈرانے والا اور وحی الٰہی کا امین بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا: یہاں تک اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو گواہ، بشارت دینے والا بچپن میں بہترین انسان، بلوغت میں نجیب ترین، اخلاق میں سب سے برتر و نمایاں ترین اور سخاوت کرنے والوں میں سخی ترین انسان تھے (۳) وہ خلق پر شاہد یعنی سب پر گواہ اور حاضر ہیں، وہ نہ سب سے دُور تھے اور نہ ہی گوشہ نشین تھے اور قیامت کے روز امت کے اعمال پر شاہد و گواہ ہونگے۔ وہ دین کی طرف

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۹ ''بَلَّغَ عَن رَبّهِ مُعذِّراً وَنَصح لِاُمَّتِهِ وَدَعاالی الجَنّةِ مُبَشّراً''

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۹۲ ''لکنّ اللّٰه سُبحانه جَعَلَ رَسُلَهُ اولی قُوّةٍ فِی عَزائمِهِم ...''

۳۔ ایضاً، خطبہ ۱۹۴ ''خاضَ اِلی رِضوانِ اللهِ کُلّ غَمرَةٍ.....''

دعوت دینے میں بشارت سے استفادہ کرتے تھے اور اسی طرح انذار سے مناسب اور اندازے سے کام لیتے تھے تا کہ لوگ نہ ہی سرمستی اور غرور میں آجائیں اور نہ ہی یاس وناامیدی میں گرفتار ہوں ۔آنحضرتؐ کے بارے میں آپؑ نے یہ بھی فرمایا : وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دلیل لانے والے اور اتمام حجت کرنے والے تھے۔وہ اُمت کو منذرانہ انداز سے نصیحت کرتے اور مبشّرانہ طریقے سے دعوتِ بہشت دیتے تھے۔قوی ارادہ اور عزم مصمم کے ساتھ لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینا پیغمبروں کا خاصہ رہا ہے اور یہ صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ دوسروں کے کلام بیجا، وعدہ خلافی اور خیالات پردازی سے، اپنے عزم وارادے میں ضعف نہیں آنے دیتے تھے، ایسا استقلال ایک رہبر کا لازمہ زندگی ہے تا کہ وہ اپنے ہدف کو حاصل کر سکے اور مشکلات کے آنے سے اُس کے عزم وارادے میں تزلزل نہ آسکے۔اس بارے میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے اپنا نمائندہ اور رسول اُنھیں قرار دیا جو عزم وارادہ میں قوی لوگ تھے۔

عزم ایسا ارادہ محکم وفولادی ہے کہ دوسری چیزوں کی کمی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا: رضائے الٰہی کے راستے میں آپؐ کا دل ہر سختی میں صبر کرتا تھا۔ اور ہر طرح

کی سختیوں اور مشکلات کو پانی کے گھونٹ کی مانند پی جاتے تھے۔ آپؐ کے قریبیوں اور رشتے داروں کا یہ حال تھا کہ وہ مستقل مزاج اور پائیدار نہ تھے اور جو بیگانے تھے وہ آپؐ کی، دشمنی میں مصمم تھے ، اور جو اعراب تھے اُنھوں نے آپؐ سے دشمنی کی خاطر اپنی سواریوں کی لگاموں کو آزاد چھوڑا ہوا تھا بلکہ اُن کے پہلوؤں پر تازیانے مارتے تھے تا کہ اُنکی رفتار میں سرعت اور پیدا ہو جائے، اُن مخالفوں کا مقصد یہ تھا کہ جو دُور دراز کی بستیاں یا فاصلے ہیں وہ بھی آپ کی دشمنی میں کھڑے ہو جائیں اِس کے باوجود، وہ سب اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم وارادہ اور روح کو رسالت الٰہی کے ابلاغ میں، ضعیف الارادہ نہ بنا سکے۔ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا ''غَیرَ ناکِلٍ عَن قُدُمٍ وَلاَ واہٍ فِی عَزْمٍ'' (۱) نہ آپؐ کے قدموں میں تزلزل پیدا ہوا اور نہ ہی آپؐ کے عزم وارادے میں ضعف ظاہر ہوا۔

یہ ہی استقامت اور عزم وارادہ تھا کہ فتح و کامرانی آپ کے نام لکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اِسی پایمردی کی بنا پر، نہال اسلام کو محفوظ رکھ کر، تنومند شجر میں تبدیل کر دیا، اور دشمنان حق کو نابود کر کے مایہ عبرت بنا دیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اِسی عزم وارادہ کے بارے میں فرمایا ہے : یہ تمام کامیابیاں اُسی صدق وثبات کے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۷۲۔

سایے میں، محقق ہوئیں، جو تبلیغ رسالت میں حضوؐر کے کردار میں نمایاں تھیں (۱)
ایک اور جگہ نے آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے عزم وارادہ واستقامت کے بارے میں فرمایا: وہ اُس کے ایسے بندے تھے کہ جن پر سلسلہ انبیاء ختم ہو گیا آپؐ کے وسیلے سے مسدود راستے کھل گئے ، جو کہ حق کی بنیاد پر حق کو آشکار و واضح کرتے ہیں اور اُس نے سپاہ باطل کی آوازوں کو دفع کیا گمراہوں کے حملوں کو شکست میں تبدیل کیا (۲)

اِس کلام میں جو نکتہ دیکھنے میں آتا ہے وہ یہ کہ حق کو پھیلانا، اُس راہ اور طریقے سے، جو حق کی بنا پر ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد حق تھا، تو حق کے وسیلے سے فائدہ حاصل کیا، نہ کہ حق کو نشر کرنے کے لئے، ہر وسیلے کو اختیار کیا اگرچہ مخالفین، باطلانہ اور ظالمانہ طریقے سے، ہر طرح کے کام کریں یا دوسرے الفاظ میں کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیرہ اخلاقی و کرداری کو منطق کے ساتھ'' مقصد و وسیلہ کو توجیہ کرنے'' کے لئے کسی جگہ کو مرکز نہیں بنایا یہ اوصافِ درخشاں، اُس محبوب شخصیت کے ہیں، جن کا کا فرمان نافذ ہے۔ وہ اپنی شخصیت کے وقار سے دوسروں پر اثر انداز تھے۔ دست حمایت پرودگار، امداد

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۵۶ ' فَلَمّا رَأی اللّٰہ صِدقَنا اَنزَلَ بِعَدوِّنا الکَبتَ وَاَنزَلَ عَلَینا النَّصرَ ...'
۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ۷۲: ''... المُعلِنِ الحَقَّ بِالحقِّ''

الٰہی سے آپؐ نے اتنا بلند کام کیا کہ جس سے جامعہ بشریت پر انمٹ نقوش ثبت ہوئے اور ایک جدید اُمت کی ساخت وساز کی بنیاد پڑی اور آج تک اُس عظیم شخصیت پیامبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقی انوار، گذشتہ اعصار و قرون سے درخشندگی دکھا رہے ہیں ۔ اور لاتعداد قلوب کو اپنی شخصیت کے تحتِ تاثیر لا رہے ہیں۔

اگر چہ دشمنان اسلام، غیر اخلاقی کوششیں کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مقدس کو، نامناسب دکھائیں، آپؐ کی اخلاقی تبلیغات کو، غیر مناسب بنا کر پیش کریں، تمام تبلیغات ومطبوعات کا رخ اسی جانب کر رکھا ہے اِس سب کے باوجود اسلام، عصر حاضر میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔

کیا چہرہ خورشید کو، دھوکے فریب اور جھوٹ کے پردوں سے تاریک وسیاہ بنایا جا سکتا ہے ؟ حقیقت محمدیؐ ہمیشہ سے زیادہ روشن تر ہے اور قلب ونظر کو وہ اپنی جانب جذب کر رہی ہے۔

اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ، واضح ترین اخلاق سے مزین تھی اور آپؐ کی سادہ زندگی، نمود و نمائش سے دُور اور دُنیا کی آلائشوں سے مکمل لاتعلق کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو 'عبد' جانتے تھے، اِسی وجہ سے تواضع، عاجزی و خاکساری اور رعایت اَدبِ بندگی ،آپ کی زندگی کے ہر گوشے سے آشکار تھی، مثلاً آپؐ کی خوراک، کھانے پینے ،اُٹھنے بیٹھنے، آنے جانے میں، خانہ و مسکن میں، سواری و لباس میں یہ سب نشانیاں تھیں کہ جس سے آپ کی روح کے غنی ہونے کا علم ہوتا تھا، اور اِن سب کا ثمرہ آپ کی سادہ زندگی میں صاف نظر آجاتا تھا ۔ سادہ زندگی گذارنے کی بنیاد اور انسان کا تکلفاتِ دُنیا سے دُور رہنا، یہ سب دُنیا کی ناپائیداری کی بناپر ہے کہ اِس سے دل نہ لگایا جائے ، انسان اپنی عظمت و کرامت کو، دُنیا اور جو کچھ اِس میں ہے، سے برتر جانے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بندہ خدا تھے ، تو اِس بناپر، دُنیا کے زرو زیور سے اور اُس کی قید و بند سے آزاد تھے، اور ہر وہ چیز کہ جس کی بناپر اللہ سے

دوری پیدا ہو، اور دُنیا کی جانب رغبت پیدا ہو، اُس سے گریزاں تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادہ زندگی کے بارے میں بہت سی مثالیں نقل کی ہیں، اِن میں سے چند ایک بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ آپؐ کے حجرے میں نقش ونگار والا پردہ آویزاں کردیا گیا، تو اِس بارے میں آپؐ اپنی ایک زوجہ سے فرماتے ہیں: اِس کو میری نگاہوں سے دُور کر دو کیونکہ جب میری نگاہ پردے پر پڑتی ہے تو دُنیا کی چمک دھمک سامنے آتی ہے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلبی طور پر دُنیا سے دُور تھے، اور دُنیا کی یاد کو اپنے وجود سے نکال رکھا تھا، اور اِس بات کو پسند کرتے تھے کہ دُنیا کی زینت، اُن کی آنکھوں کے سامنے سے دُور اور پنہاں رہے تاکہ اِس کو اپنا لباس نہ بنایا جائے اور دُنیا کو ہمیشہ کیلئے اپنا مسکن نہ جانا جائے اور دُنیا میں رہنے کی اُمید نہ باندھی جائے۔ اپنی آنکھوں سے بھی دُنیا کو دُور کر رکھا تھا جیسے کوئی چیز کسی کو بُری لگتی ہے، تو اپنی نگاہوں سے اسے دور کر دیتا ہے(۱)

یہ درست ہے کہ زہد و پارسائی ایک اندرونی کیفیت ہے، لیکن نگاہیں بھی ایجاد جذب اور رغبت، دُنیا کی جانب رخ موڑ دیتی ہیں۔

زدستِ دیدہ ودل ہر دو فریاد ہر آنچہ دیدہ بیند، دل کند یاد

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰ (بند ۲۸) ”وَیکون السِّترُ عَلَی بابِ بَیتِہ“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ اپنی نگاہوں سے دُنیا کے فریب دینے والے جلوے بھی دیکھیں کہ اُن کی کشش بھی آپؐ کے دل میں نہ آنے پائے۔

''بے تکلفی'' بھی آپ کی سادہ زندگی کا حصّہ تھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا:

''وَ لَقَد کانَ یأکُلُ عَلَی الأرضِ وَ یَجلِسُ جِلْسَةَ العَبْدِ وَ یَخْصِفُ بِیَدِهِ نَعْلَهُ وَ یَرْقَعُ بِیَدِهِ ثَوْبَهُ وَ یَرْکَبُ الحِمارَ العارِیَ وَ یُرْدِفُ خَلْفَهُ''(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، غلاموں کی مانند زمین پر بیٹھتے تھے، اپنے نعلین کی اپنے ہی ہاتھوں سے مرمت کرتے تھے، اپنے ہاتھوں سے اپنے لباس کو پیوند لگاتے تھے، اپنی سواری پر بغیر زین کے سوار ہوتے تھے، کسی کو اپنے پیچھے بھی سوار کر لیا کرتے تھے۔ یہ سب علامات آپؐ کی سادہ زندگی پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہی تخت سلطنت پر بادشاہوں اور سلاطین کی مانند بیٹھتے اور نہ عام حالت میں بیٹھنے پر کبھی غرور نظر آتا. اور نہ ہی اپنے ذاتی کاموں کو، اپنے ساتھیوں پر ڈالتے تھے، جبکہ آپؐ کے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰۔

سب یار وانصار، آپ کی خدمت کرنے کے انتظار میں رہتے اور محبوب رکھتے اور افتخار کرتے کہ حضورؐ کی کوئی خدمت بجالائے ۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام اِس بارے میں فرماتے ہیں: آپؐ نے دنیامیں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آپؐ سلامتِ روح اور ایمان کے ساتھ آخرت میں وارد ہوئے اپنے لئے اِس مادی دُنیا سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا ، آپؐ آخری لحظہ تک اِسی حالت میں رہے، یہاں تک کہ دُنیا کو الوداع کہا! اور اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہا. اللہ تعالیٰ کا ہم پر عظیم احسان ہے کہ آپؐ کو ہدایت کیلئے بھیجا تا کہ آپؐ کی پیروی کی جائے(۱) آپؐ نے اپنی روح مقدس کے ساتھ اِس دُنیا سے، بہت ہی قلیل لیا مگر وہ بھی واپس کرنے کی خاطر یعنی زہدوپارسائی کو اعلیٰ معیاری طریقے سے آپؐ کے وجود میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔ آپ کی نگاہیں فقط آخرت وابدیت کی جانب تھیں اور ایک لمحہ کیلئے بھی، دُنیا آپ کو اپنے اندر جذب نہ کرسکی اور آپؐ کے دل کو اپنا اسیر نہ بناسکی۔ حضرت علی علیہ السلام، آپؐ کے بارے میں فرماتے ہیں

’’ قَضَمَ ا لدّنیا قَضماً وَ لَمْ یُعْرِھاطَرُفاًاَھْضَمُ اَھلِ الدّنیاکَشْحا وَّاَخْمَصُھُم مِنَ الدّنیا بَطْناً، عُرِضَتْ عَلَیہِ الدّنیا فَاَبیٰ اَنْ یَقْبَلَھا(۲)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۶۰،(بند۳۶)’’ خَرَجَ مِنَ الدُّنیا خَمِیصاً وَ وَرَدَ الآخِرَۃَ سَلِیماً ....‘‘

۲۔ ایضاً، بند۲۴۔

آپؐ نے اپنی حاجت سے زیادہ کبھی دُنیا سے حاصل نہیں کیا۔دُنیا کی جانب کبھی مائل نہیں ہوئے۔آپؐ کے پہلو لاغر تھے۔آپؐ زیادہ تر خالی شکم رہے.دُنیا آپؐ کو پیش کی گئی لیکن آپ اُسے قبول کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوئے۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا کو کبھی ایسے نہیں دیکھا کہ اُس سے دل لگائیں اور اُسکے دام میں گرفتار ہو جائیں.آپؐ کا کردار و اخلاق، دُنیا کے بارے میں ایسا تھا کہ جس سے دُنیا شناسی کا درس ملتا ہے اور آخرت کی محبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو سب کیلئے مفید ہے.

حضرت علی علیہ السلام اِس بارے میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار و اخلاق سے علامات اور دلائل مل جاتے ہیں کہ جس سے دُنیا کی خرابیاں اور عیوب آشکار ہو جاتے ہیں۔آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت داروں کے ساتھ خالی شکم زندگی گذارتے رہے۔تمام منزلت و مقامات رکھنے کے باوجود، زرق و برقِ دُنیا سے دُور رہے۔

پس دیکھنے والا، خوب مشاہدہ کرے، کیا اِس حالت و وضع سے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو پسند کیا یا آپؐ کو اہانت کی نگاہ سے دیکھا؟

اگر کہا جائے کہ آپؐ کی توہین کی گئی۔تو خدا کی قسم! آپکے بارے میں بہت بڑا جھوٹ باندھا گیا ہے۔اور اگر کہا جائے کہ آپؐ کا احترام و اکرام کیا گیا ہے، تو پھر یہ سمجھ لیں کہ دوسروں کی تحقیر کی گئی ہے اور دُنیا کو اُن کیلئے فراہم کر دیا گیا ہے۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے، تو دُنیا اور متاع دُنیا اُن کو دینے سے پرہیز کیا گیا (۱) حضرت علی علیہ السلام کے اِس کلام سے ظاہر ہو رہا ہے، دُنیا اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علی علیہ السلام کی نگاہوں میں بے وقعت ہے۔ کسی کے پاس مال وثروت اور تجملاتِ دُنیا کا ہونا اعتبار میں شامل نہیں ہے بلکہ پیامبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ اور عارفان الٰہی نے، کبھی مال وثروت کو معیار قرار نہیں دیا۔ دُنیا کی خاطر مسکرائے نہیں، تو اِس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دُنیا بے اہمیت ہے، بے قیمت ہے. حضرت علی علیہ السلام نے اپنے کلام میں اِسی جانب اشارہ کیا ہے ''وَلَقَد کانَ فِی رَسُولَ اللّٰهِ کافٍ لَکَ فِی الاُسْوَةِ وَ دَلِیلُ علٰی ذمِّ الدُّنیا وَ عَیْبِها وَ کَثْرَةِ مَخازِیْها وَ مَساوِیْها .....''(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار وعمل ہی کافی ہے کہ دُنیا بے اہمیت ہے کیونکہ اِس میں بُرایاں اور رُسوایاں موجود ہیں کیونکہ دُنیا کو آنحضرتؐ سے لے لیا گیا ہے اور دوسروں کیلئے، اُس کو فراہم کر دیا گیا۔ یہ بالکل صحیح اور درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا اور اُس کی وابستگیوں سے الگ اور جدا تھے کیونکہ خود دُنیا، اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے مقدار اور بے اہمیت ہے اور وہ

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰ (بند ۱۳)'' وَلَقَد کانَ فِی رسولِ اللهِ ما یَدُلُّکَ علٰی مَساوِی الدنیا و عُیوبِها .....''

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۶۰ (بند ۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُسی کو محبوب جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حب دُنیا کو، فرمان باری تعالیٰ کے مقابلہ میں معارض ہی پایا۔ آپؐ نے ہمیشہ ہر ایک کو حُبّ دُنیا کے خطرے سے آگاہ کیا. اِسی اساس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا کی محبت سے منہ موڑ لیا اور اپنے اصحاب کو بھی اِس سے آگاہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اِس بارے میں فرمایا ہے: **عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحانه اَبْغَضَ شَيْئاً فَاَبْغَضَهُ** (۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ کون سی چیز سے اللہ تعالی غضبناک ہوتا ہے، تو آپ بھی اُس چیز کو بُرا جانتے تھے اور اُس سے بھی آگاہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کس چیز کو حقیر اور چھوٹا جانتا ہے، آپ بھی اس چیز کو حقیر و صغیر جانتے تھے۔

اگر ہم ایسا کریں کہ جس سے اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسولؐ غضبناک ہو، اُس کو محبوب جانیں اور جس کو اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسولؐ چھوٹا شمار کریں، اسے اہمیت دیں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ثابت ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مطہر نے جان لیا تھا کہ زینت دُنیا اور اُس کے جلوے، دُنیا سے دلبستگی پیدا کرتے ہیں اور پھر اُسکے آثار آسانی سے انسان

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۰۔

سے دُورنہیں ہوسکتے۔اسی بناپرآپؐ اپنے دامن کودُنیا کی آلودگی،تعلقات دُنیااور اس کی چرب وشیرین لذتوں سے محفوظ رکھا۔تواضع وعبودیت اورسادہ زندگی کو اپنایااوراِس اخلاق کوزندگی کےآخری لحظات تک ترک نہیں کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کے لئے پیشواوراہنما تھےاورآپؐ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ معاشرے کے طبقات میں سے جونچلاترین طبقہ ہے اُن کے مطابق زندگی گذاریں۔سادگی ،قناعت طبع اوردنیا سے بے نیازی میں دوسروں کیلئے مثال بنیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خصوصیات میں سے ایک صفت ''میانہ روی'' تھی کیونکہ آپؐ جودین لائے تھے وہ آئین حق اورصراط مستقیم تھا، خودآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس راہ پر چلتے رہےاورتمام اُمور میں، راہ اعتدال کوپیش نظر رکھا۔آپؐ بشر تھےاورلوگوں کے درمیان رہے،اپنے آپؐ کو لوگوں سے علیحدہ نہیں رکھا۔

اوراس کے باوجودکبھی یادالٰہی سے ایک لمحہ کیلئے غافل نہیں ہوئے،شب وروز عبادت میں مصروف رہے۔آپؐ کے دین میں سیاست، جہاداور بلندمقامات بھی تھے۔آپؐ رہبانیت اورگوشہ گیری سے بیزار تھے۔آپؐ معنویت اورعرفان میں بلندوبالا تھے۔آپ نے شادیاں کیں بلکہ اِس بندھن کواپنی سنت وروش قرار

دیا اور دوسروں کو اِس کی دعوت دی۔ آپؐ کے اُسوہ میں، مجموع علامات حسنہ تھیں، ان سب کمالات میں ایک اعتدال تھا، بہ تعبیر حضرت علی علیہ السلام

''سِيرَتُهُ القَصدُ وَ سُنَّتُهُ الرُّشدُ وَ کلامُهُ الفَصلُ وَحُكمُهُ العَدلُ'' (۱)

آپؐ کا طور طریقہ اور روش زندگی، اعتدال میں تھا۔ آپؐ کی سنت سے رشد و ہدایت کے راستے ملتے ہیں ۔ آپؐ کے کلام سے حق اور باطل میں جدائی واقع ہوتی ہے۔ آپ کا حکم ہی عدالت ہے۔

آپؐ خود میانہ رو تھے اور دوسروں کو میانہ روی اور اعتدال کا درس دیتے تھے ''وامر بالقصد'' (۲) آپؐ کا دین بھی دین اعتدال تھا، اِس میں دُنیا بھی ہے اور آخرت بھی۔ خلق سے بھی رابطہ رکھنے کا فرمان ہے اور خالق سے بھی رابطے کا حکم افراط وتفریط سے پرہیز کرنے کا فرمان ہے، اور ''حد وسط'' کی رعایت کرنے کو کہا گیا ہے، یہ سب کچھ قرآن مجید کی جانب سے ہے ۔ اِسی بنا پر آپؐ کے پیروکاروں کو قرآن مجید میں ''اُمت وسط'' سے یاد کیا ہے، تاکہ گواہ وشاہد کے ساتھ ساتھ، دوسری اُمتوں کیلئے نمونہ بنیں۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۴۔

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۹۵۔

تربیت

اچھاانسان بنانے کیلئے تربیت لازمی ہے تاکہ اخلاقی رذائل کامقابلہ کرکے صفات فضائل کو پروان چڑھایا جائے ،تربیت میں بھی کامیابی،افراد کی شناخت کی بناپر ہے۔جن کی تربیت کابیڑا اُٹھایا ہواُن کی مشکلات کاعلم ہونا چاہیئے۔ اُن کے جذبات کاعلم ہونا چاہیئے۔اُن کے ساتھ دلسوزی وہمدردی کے ساتھ، محبت کااظہار بھی کرنا چاہیئے اور اسی طرح سے انسان سازی کے راستوں کاعلم اورعلاج کرنے سے متعلق باخبر ہونا چاہیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،انسانوں کے طبیب اوران کواخلاقِ تہذیب، دینے والے تھے.رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاعلم وحکمت اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھااور آپؐ میں مخلوق سے ہمدردی،تمام انسانوں سے زیادہ تھی۔آپؐ اُنکے رنج واَلم اورمشکلات کو پہچانتے تھےاورطریقہ علاج سے،مکمل واقف تھے۔آپؐ

اس انتظار میں نہیں رہتے تھے کہ دوسرے آپؐ کے پاس آئیں اور علم وحکمت و موعظہ واخلاق سیکھیں بلکہ آپ بھی اُن کے پاس جاتے تھے ۔اِس بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے اِس بیان پر توجہ فرمائیں " طَبِیبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ ، قَد اَحکَم مَراهِمَهُ وَاَحمیٰ مَواسِمَهُ ،یَضَعُ ذلکَ حَیثُ الحَاجَةُ اِلَیه مِن قُلوبٍ عُميٍ وَ آذانٍ صُمٍّ وَ اَلسِنَةٍ بُکمٍ ،مُستَتَبِّعٌ بِدَوائِهِ مَواضِعَ الغَفلَةِ وَ مَواطِنَ الحَیرَةِ "(۱)

آپؐ ایسے طبیب تھے کہ لوگوں کے درمیان جاتے، زخموں کا مداوہ کرنے اور مریضوں کے علاج کیلئے اپنے وسائل معالجہ کو آمادہ رکھتے جہاں لازم ہوتا لوگوں کا علاج فرماتے اوراسی طرح اندھے دلوں اور بہرہ کانوں اور گونگی زبانوں کیلئے دوا اپنے ہاتھوں میں لیکر،غفلت سے بیداری اور بھٹکتی روحوں کا علاج کرتے۔

اِس کلام سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دردآشنا تھے ہمدردی کے ساتھ معالجے کیلئے بیمار کے پاس جاتے تھے۔اور جوافراد عمداً جہل وغفلت اورسرگردانی میں مبتلا تھے،اُن کو پہچانتے اور باخبر تھے۔اوروہ ضعف اخلاقی بشر کا مداوا کرنے والے اوراُن جیسے دیگر مسائل سے بھی باخبر تھے. ہرایک

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۱۰۸۔

کی تربیت کرتے اور موعظہ فرماتے تھے۔علاج کرنے میں سب سے زیادہ نرم زبانی ومحبت ورحمت جیسی صفات کو کام میں لاتے تھے۔

تربیت میں مربی کی محبت واُلفت اگر مسلسل ہوتو جن کی تربیت کی جارہی ہو، اُن میں بہت ہی اَثر گذار بنتی ہے۔محبت دینے والے مربی کے ساتھ ، کمالات کے مطلوب افراد ہمیشہ اپنے آپ کو، مربی کے ساتھ متمسک رکھتے ہیں اور اُس سے ہدایت کے حصول کے لئے قدم بقدم آگے بڑھتے رہتے ہیں اور ہر روز نئے نئے نکتے اور درس یاد کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام اپنا تعارف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتب تربیتی کے شاگرد کے عنوان سے کرواتے ہیں، آپؑ نے فرمایا:

میں اُس بچے کی مانند جو اپنی ماں کے پیچھے پیچھے ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلتا تھا اور آپؐ اپنے اخلاق کی علامتیں دکھاتے میرے لئے پرچم تربیت کو لہراتے رہتے اور مجھے اُس کی پیروی کرنے کا فرمان دیتے تھے(۱) یہ روش وطریقہ یعنی اُنسِ مداوم اور اَثر پذیری یا اَثر گذاری جو کردار ورفتار اور سیرت کے عملی مظاہرے سے تھی اس سے بلند تر ہے جو محض زبان سے کی جاتی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۹۲(بند۱۱۹)" وَلَقَد كُنتُ اَتَّبِعُهُ اِتّباعَ الفَصِيلِ اَثَرَ اُمِّهِ ،يَرفَعُ لِى فِى كُلِّ يَومٍ مِنْ اَخلاقِهِ عَلَمًا وَ يأمُرُنِى بِالاقْتِداء "

ہے۔عمل وکردار سے اخلاقی صفات کا مشاہدہ کرنا دیرپا اور گہرے اثر کا حامل ہو تا ہے۔اِس کے علاوہ مسئلہ تدریجی تربیت میں، لائق شاگرد ہر روز ایک سبق یاد کرتا اور عملی منزل میں قدم آگے بڑھاتا ہے اس طرح رشدوہدایت کا زینہ صداقت وگفتار ورفتار سے، مربی خوشحال ہوجاتا ہے اور وہ تربیت دینے پر، زیادہ آمادہ ہوجاتا ہے اور تربیت حاصل کرنے والے کو، بہت جلد بلند وبالا مراحل اور مقامات پر پہنچادیتا ہے ۔ ضروری یہ ہے ، انسان اِس راستے کا متقاضی ہو اور اپنی استعداد پذیری کی علامات دکھائے۔

حضرت علی علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے اپنی نسبت کے بارے میں فرماتے ہیں '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں سنا، اور نہ ہی میرے کردار وگفتار میں کوئی خطا دیکھی ہے'' (۱)

تربیت کے میدان میں کوشش وتلاش کی بات واضح وروشن ہے اور لڑکپن کی عمر میں زیادہ مفید ومؤثر ہوتا ہے۔اور اس عمر کے بچوں کی تربیت کیلئے، مربی کیلئے ضروری ہے کہ استقلال اور دائمی محبت والفت سے کام لیا جائے اور روحی خلاء کو پُر کرنا اخلاقی طور پر تربیت کا اہم حصّہ ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۹۲ (بند۱۱٦) ''ما وَجَدَ لِی کَذْبَةً فِی قَوْلٍ وَلاَ خَطلةً فِی فِعلٍ''

تربیت کا نمونہ بلند واعلیٰ اور روشن تر، امیر المؤمنین علیہ السلام کے بارے میں، بچپن کے درمیان ہی نظر آجاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنی مخصوص حیثیت کی نسبت کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی، فرماتے ہیں

”وَلَقَد عِلَمْتُمْ مَوضِعی مِن رَسُولِ اللّٰہِ بِالقَرابۃِ القَرِیبَۃِ وَالمَنزِلَۃَ اِلخَصِیصَۃِ وَضَعَنِی فِی حِجْرِہِ وَ اَنا وَلَدٌ یَضُمُّنِی اِلیٰ صَدْرِہِ وَ یَکْنُفُنِی فِی فَراشِہِ وَ یُمِسُّنِی جَسَدَہ.....“ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری نسبت سے سب واقف تھے آپؐ سے میری رشتہ داری نزدیک ترین خاص قرابت تھی۔ جب میں بچہ تھا تو آپؐ مجھے اپنی گود میں بٹھاتے تھے اور اپنی آغوش میں مجھے سینے سے لگاتے تھے، اپنے بستر پر مجھے سلاتے تھے، اور اپنے سینے سے لگاتے تھے اور آپؐ کی خوشبو سے میں معطر ہوتا تھا، آپؐ غذا کو چبا کر، میرے منہ میں ڈالتے تھے۔

آپؐ کی یہ طرز رفتار، حضرت علی علیہ السلام سے اظہار محبت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پینے سے زیادہ، حضرت علی علیہ السلام کی دیگر ضروریات کی طرف، توجہ دے رکھی تھی، محبت وعطوفت کا رابطہ اِس کے علاوہ تھا، جس سے آپؐ کی شخصیت پروری اور روح میں تاثیر انگیزی تھی

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲ (بند ۱۱۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کی ہدایت پر بہت توجہ دیتے تھے اور اُن کی نجات کیلئے ہمہ وقت غرق فکر رہتے تھے اِس بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے کلام سے مزید علم ہوجاتا ہے : آپؐ لوگوں کونجات کی طرف بلاتے تھے، سعادت اُخروی کی جانب توجہ دلاتے تا کہ عذاب، قیامت اور موت کی سختیوں سے بچ جائیں۔

اُن کوحالت کفر میں پایا،لوگ جوراستوں میں نا اُمید ہو چکے تھے، اُن کیلئے بہت ہمدردی کا اظہار کیا اور اُنکے نزدیک رہے، یہاں تک کہ اُنکومنزل سعادت تک پہنچادیا(۱)

یہ سب سے ہمدردی کی خاطر تھا کہ اُمت کی ہدایت اور تربیت کرتے رہیں تا کہ وہ جہالت اور نادانی میں نہ رہیں اور اپنے آپکو اُن برائیوں سے آزاد کریں آپؐ اگر کسی کے بارے میں ہدایت کی اُمید رکھتے ،تو اُس وقت تک اُس کے ساتھ رہتے رہتے، جب تک اُس کو راہ خدا تک نہ لے آتے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعظ وتقریر کے ذریعے لوگوں کی تربیت کرتے تھے اور اِسی طرح آپؐ سکوت سے بھی فائدہ اُٹھاتے تھے، آپؐ کا سکوت معنی دار ہوتا تھا اور تربیت پر بھی اَثرات چھوڑتا تھا اور یہ سکوت راہ خدا

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۰۴ ''یَسُوقُهم اِلی مَنجاتِهم .....''

میں دعوت دینے کا کام کرتا تھا۔آپ ؐ کا سخن حق و باطل کو جدا کر دیتا تھا " **کلامه الفصل**" (۱) اور حقیقت کو بھی روشن کر دیتا تھا۔حضرت علی علیہ السلام نے اِس سکوت وسخن کی تعبیر بہت زیبا انداز سے فرمائی ہے " **کلامُهُ بَیانٌ و صَمْتُهُ لِسانٌ** "(۲)

آپ ؐ کا سخن حق کو روشن کرنے والا تھا اور آپ ؐ کے سکوت میں بھی پیغام ہدایت ہوتا تھا

کیوں نہ ایسا ہو.....کبھی سکوت ہی.....

کلام کرنے سے زیادہ با اثر اور دیر پا ہوتا ہے

کبھی غائب ہو جانا...

روشن ترین، دلیلِ حضوری بن جاتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے ایک کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کیلئے بہت ہی خیر خواہ تھے۔راہ حق پر چلتے رہے۔حکمت وموعظہ کے اعلیٰ ترین طریقے سے لوگوں کو دعوت دیتے رہے(۳)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۹۴۔

۲۔ ایضاً، خطبہ۹۶۔ ۳۔ ایضاً، خطبہ۹۵۔

خیر خواہی و ہمدردی کی صفات، انتھک محنت اور حصول فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے، منطقی و حکمت و نصیحت کے انداز، یہ صفات خصوصی طور پر ایک مربی اور مبلغ میں ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن تمام صفات کے مالک تھے بلکہ ہر وہ صفت جو پسندیدہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے لوگوں پر اتمام حجت کرتے تھے، اُمت کے لئے راہ حق بتانے کیلئے بشارت و انذار اور خیر خواہی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے، اُن کو بہشت کی جانب دعوت دی اور آتش جہنم سے خوف دلایا(۱)

منطق و دلیل سے کلام کرنا، قبول کرنے والی وعظ و نصیحت ہے، یہ کلام ایک سلیقہ سے تھی، فساد و تباہی سے منع کرنا اور رُکنے کی دعوت دینا رسولؐ ہدایت و اخلاق نے ''حجت'' سے بھی فائدہ اُٹھایا، موعظہ کرکے بھی اور دعوت دے کر فائدہ حاصل کیا(۲) انھیں راہوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے، اِس کو نصب العین بنانا چاہیئے تاکہ انسان سازی کیلئے بیسویں صدی کے عصر جاہلیت میں نور اسلام و قرآن کو

۱۔ خطبہ۱۰۹، اس جانب اشارہ کیا گیا ہے " بَلَّغَ عَن رَبّہِ مُعذِراً ....."

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۶۱، سے استفادہ "اَرسَلَهُ بِحُجَّةٍ كافِيَةٍ ....."

قلوب مادیت پر استعمال کیا جائے کہ آج کا انسان بہرہ مند ہو، ابھی تک آپؐ کا سیرہ درخشان، اور آپؐ کا طریقہ تربیت، انسان ساز ہے اور معاشرے کے مربیوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

کارنامہ درخشاں

مکہ میں تیرہ سال دعوت نبوی اور مدینہ میں دس سال کا عرصہ ہدایت امت اور ساتھ ہی اسلامی حکومت کی تشکیل جو ایمان، اخلاص، جہاد، توکل، تزکیہ اور تعلیم سے مزین تھی اور اِسکے ساتھ وحدت بخش اور انسان ساز قواعد بھی تھے، اسلامی تمدن کے ستون یثرب میں نصب کئے جانے تھے، تو پھر اِسکے بعد کے سالوں میں، تمام نقاط دنیا میں تمدن اسلامی نے وسعت حاصل کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کے ۲۳، سالوں میں ایک لحظہ بھی آرام وسکون سے نہیں گذارا یا تو نشر اسلام میں مشغول رہے یا پھر حملہ آوروں سے دفاع میں مصروف رہے یعنی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرتے رہے، یہاں تک کہ ''اُمت اسلامی'' وجود میں آگئی اور اُس نے اپنی اَساس کو مضبوط و محکم کرلیا اور مثالی قوم بن گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راہ میں صبر و استقامت کے ساتھ ساتھ، طاقت فرسا زحمتوں کو برداشت کیا، اور

برداشت کرنا سکھایا، اورسب کے لئے مثالی شخصیت بن گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں اِس بارے میں تعریف وتوصیف کے ساتھ بہترین تصویرکشی کی ہے آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی کارناموں کواسطرح بیان کیاہے تاکہ امت آپؐ کی طاقت فرسا زحمتوں کی قدردان بنے اورمودت اہل القربی اوراطاعت اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زحمات وخدمات کاشکریہ ادا کرے۔

قابل قدراورپُرافتخارکارناموں کے کچھ گوشے، امیرالمؤمنین علیہ السلام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”**دَعا اِلی طاعَتِهِ وَقاهَرَ اَعداءَ هُ جِهاداً عَن دِينِهِ لايَثنِيهِ عَنْ ذَلِکَ اجْتِماعٌ عَلى تكذِيبِهِ وَ الْتِماس لِاطفاءِ نُورِهِ**“(۱) آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے دعوت دیتے تھے۔ دین خداکے دفاع میں دشمنوں کے مقابل پیکارکیااورفتحیابی حاصل کی۔ دشمنوں کے اتحادواتفاق نے، آپؐ کی تکذیب کرنے اورنورخداکوبجھانے کی انتھک کوششیں کیں مگر بے اثر رہیں اورآپؐ کے راستے کوروک نہ سکے۔

”**اعتمادِ نفس**“ جوکہ جہادکیلئے مضبوط سہاراتھا، آپؐ کی دعوتِ تبلیغ کودوام بخشتا تھا۔ یہ اعتمادنفس سارے انبیاءعلیم السلام میں موجودہوتاہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۹۰۔

حضرت علی علیہ السلام انبیاء الٰہی کی اِس جدوجہد کے طولانی راستے کی نسبت فرماتے ہیں:

پیغمبروں کی قلیل تعداد کو، دشمنوں کی کثیر تعداد تکذیب کے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود، کوششوں اور تلاش کے راستوں کو مسدود نہ کر سکیں اور انبیاء علیہم السلام کو نہ جھکا سکیں (۱)

''مقاومت''یعنی جدوجہد کا راستہ، تبلیغ اسلام اور توحیدی دعوت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے دوران ایک اہم پہچان تھی. امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احکام دستور الٰہی کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو بہ احسن طریق پورا کیا تا کہ اللہ کی رضایت حاصل ہو سکے (۲)

''جہاد''یہ جہاد عقیدے کا تھا اور اللہ تعالیٰ کے دستور کے مطابق تھا۔ اِس عظیم ذمہ داری کے انجام دینے میں، آپؐ نے ہر خطرے کا شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اپنے نزدیک ترین رشتہ داروں اور قبیلہ والوں کے ساتھ، اسلام کے دفاع کیلئے، ڈٹ کر مقابلہ کیا جو آپؐ کے یاور وانصار میں ایمان کی زیادتی کا اور دین میں، بیشتر استقامت کا سبب بنا۔ اِس نکتہ کو بیان کرنے کیلئے ہم حضرت

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱''رُسُلٌ لا تُقَصربِهِم قِلَّةُ عَدَدِهِم وَلا كَثرةُالمُكَذِبينَ لَهُم''

۲۔ ایضاً، خطبہ ۷۲''كما حُمل فَاضطَلَعَ قائماًبِاَمرِكَ،مُستوفِزاً فِى مَرضاتِكَ''

علی علیہ السلام کے بیان کا سہارا لیتے ہیں(۱)

ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اپنے آباء ، بیٹوں، بھائیوں ، چچاؤں وغیرہ سے جنگ کی اور اس طرح ہمارے ایمان وتسلیم وراہ راست میں آگے بڑھنے اور مشکلات والم میں، صبر اور دشمن کے برابر جہاد کی کوششوں میں ثابت قدمی زیادہ ہوتی..... جب اللہ تعالیٰ ہمارے جہاد وعزم کی صداقت کو اپنی راہ میں دیکھا، تو ہمارے دشمنوں کو شکست دی اور ہمیں کامرانی سے نوازا، یہاں تک کہ اسلام نے استقرار حاصل کر لیا۔

جس روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ......آزادی کی پاسداری کی راہ میں اسلام کو پھیلانے کے لئے مشرکوں سے ہم نے جنگ کی......ایمان و اعتقاد کے ساتھ.....ہم میدان جنگ میں کود پڑے.....ہماری تلواریں ، رشتہ داروں کے سامنے.....کاٹنے والی اور تیز تھیں....یہ قتال بھائی، بیٹوں کے ساتھ ....ہمارے دلوں میں.......ایمان، شوق عبادت اور عشق میں اضافہ ہوا....... صبر واستقامت کو.......جب خدائے عالم نے دیکھا......ہماری تعریف حق کے ساتھ کی.....حق وعدالت کے دشمنوں پر ہم نے آزادی پائی......اُن دنوں اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ.....کوشش وجہاد نہ کرتے.....تو ہرگز اللہ کے دین کا شجر تر وتازہ نہ ہوتا (رہتا).....

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۵٦ "وَلَقَد کُنَّا مَع رَسُول اللّٰہِ نَقْتُلُ آباءَ نا "

انقلابی پھول اور آزادی پیدا نہ ہوتی (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجاہدانہ کوششیں اور جہاد ہمیں روشن کرتا ہے کہ آپ اس فریضے کو انجام دینے میں تنہا نہیں تھے بلکہ اپنے ہمدرد اور مددگاروں کے ساتھ مل کر راستے کی دشواریوں اور رکاوٹوں کو دور کرتے تھے تاکہ راہ خدا پر چلنے والوں کیلئے راستہ کھلا رہے اور کوئی اُن کیلئے سدراہ نہ بنے

''**شجاعت**'' آپؐ کا دشمن کے مقابل ڈٹے رہنا اور ہر چیز کو راہ خدا میں قربان کردینا ایک اہم نکتہ ہے جو آپؐ کے کارنامہ میں درج ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام آپؐ کے حوصلے اور دلاوری کے بارے میں بیان کرتے ہیں :

كُنَّا اِذَا احْمَرَّ الْبَاْسُ اِتَّقِينَا بِرَسُولِ اللّٰهِ ، فَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنَّا اَقْرَبَ اِلَى العَدُوِّ مِنْهُ. (۲) جب بھی آتش جنگ کے شعلے بلند ہوتے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن شجاعت میں پناہ حاصل کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ دشمن کے روبرو نہیں ہوتا تھا۔ ایک اور کلام میں آپؐ نے فرمایا : جب آتش جنگ شعلہ ور ہوتی تو لوگ پیچھے کی جانب پلٹتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عزیز واقارب اور خاندان والوں ہمیشہ آگے آگے رہتے تاکہ اُن کے وسیلے سے اصحاب وانصار،

۱۔ قبلہ ابن قبیلہ از جواد محدثی، ص ۸۸۔

۲۔ نہج البلاغہ، کلمات قصار (غریب الکام شمارہ ۹) قبل از حکمت ۲۶۱۔

دشمنوں کی تلواروں اور نیزوں کی زد سے دُور رہیں۔ اِسی بناپر آپؐ کے چچازاد عبیدہ بن حارث، جنگ بدر میں شہید ہو گئے، دوسرے چچا حضرت حمزہؓ جنگ احد میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور آپؐ کے چچا کے بیٹے حضرت جعفرطیارؑ جنگ موتہ میں جام شہادت نوش فرما گئے (۱)

مولا امیرؑ کے اس بیان سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت اور ایثار دونوں جذبے سامنے آجاتے ہیں کہ آپ راہ خدا میں عزیز ترین خاندان والوں کو فدا کرنے سے دریغ نہیں فرماتے تھے اور آپؐ کے عزیز، دیگر اصحاب کیلئے ڈھال کا کام کرتے تھے کیونکہ اُن کا مقصد اور ذمہ داری اللہ اور اُس کے رسوؐل کے فرمان پر عمل کرنا اور رضائے الٰہی کا حصول تھا۔

" ھدایت " آپؐ کے نورانی فرائض میں ایک ہدایت کرنا تھا۔ جہالت و عصبیت کے راستوں پر عامل سیاہ دلوں کو، اللہ تعالیٰ کے راستوں پر جوحق کیلئے کھلے ہوئے تھے، اُن قلوب کو نورِ ایمان ویقین کے ساتھ روشن کیا۔ امیر امؤمنین علیہ السلام کے بیان کے مطابق " **حتّٰی اَوریٰ قَبَسَ القابِسِ وَ اَضاءَ الطّرِیقَ لِلخابِطِ وَ هُدِیَتْ بِهِ القُلوبُ** ..... (۲)

یہاں تک کہ حق کا شعلہ فروزاں وآشکار ہوا، اور جاہلوں اور گمراہوں کیلئے راستہ

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۹۔

۲۔ ایضاً، خطبہ ۷۲۔

واضح وروشن ہوگیا ۔ اُن دلوں کو جو کہ فتنوں اور گناہوں کی لذتوں میں غرق ہو چکے تھے، آپ ؐ کی ہدایت کی برکت کی بدولت حق کا راستہ حاصل ہوگیا ۔آپ ؐ نے حق کے پرچم کولہرادیا اوراحکام کوزندہ کردیا اورنوراسلام کوقائم کردیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام اِس بارے میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کوروشن براہان ودلائل کے ساتھ کفروشرک پرفتح وکامرانی دی اورراہ مستقیم کوروشن ترکرنے کیلئے بھیجا اورآپ ؐ نے بھی اللہ تعالیٰ کی رسالت کو بہت خوبی سے ادا کیا۔دعوت حق کوآشکار کیا اورانسانوں کی راہ راست کی جانب راہنمائی فرمائی، اور پرچمِ نور وہدایت کولہرادیا۔اسلام کی بنیادوں کومستحکم اورایمانی مراکز کومحکم تربنادیا(۱)

بدعت کے خلاف اور حق کے پھیلاؤ کیلئے آپؐ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نے الٰہی قوانین واصول جن کوفراموش کردیا گیا تھا دوبارہ زندہ کیا، جوبدعتیں دین پروارد ہوچکی تھیں اُن کوجڑ سے اُکھاڑ پھینکا اوراحکام کوروشن اورواضح کردیا(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے انہماک اوردل دردمند، جدوجہد کے ساتھ لوگوں کی ہدایت اورتوحید کوانسانوں کی عزت کامحور بناکرخداپرستی کی اساس پرکام کیا۔ ایک متحدامُت کو وجود میں لائے، دلوں کوایک دوسرے کے ساتھ پیوست کیا، اخوت اسلامی سے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۸۵ ”اَرسَلَهُ بِوُجُوبِ الحُجَجِ و ظُهُورِ الفَلَجِ وَاِيضا حِ المَنهَجِ ... “

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۶۱” اَظهَرَ بِهِ الشَّرائعَ المَجهُولَه ..... “

اُن کولبریز کیااور قلبی محبت کو پیدا کردیا ۔ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام اِس بارے میں فرماتے ہیں: پاک ومؤمن دل آپؐ کے عاشق ہوگئے آپؐ کی جانب متوجہ ہوئے اورنظریں آپؐ پرمرکوز ہوگئیں۔ آپؐ کے وجود کی برکت سے اللہ تعالٰی نے اُن کے کینوں کودفن کردیااور دشمنی کی آگ کو بجھادیا،اور لوگوں کوآپس میں بھائی بھائی بنادیا، جوقریبی (اختلاف فکری اور مذہبی رکھنے والے) تھے،اُن کوجدا کردیا.ذلیل وخوارکوعزت بخشی،اور جوزوروزر کی بناپرصاحب عزت بنے تھےاُن کوخوارکیا (۱)

یہ تمام رحمت الٰہی کے جلوے ہیں کہ رحمۃؐ العالمین کے وسیلے سے، معاشرہ مستفیض ہوا،قرآن مجید میں آپؐ کی تعریف کی ہے: وہ اللہ تعالٰی کی ایسی نعمت تھے جوانسانوں کے لئے مایہ اُلفت اور بھائی بندی قائم کرنے اور ہلاکت کے ٹھکانے پرگرنے والوں نے آپؐ کی وجہ سے نجات حاصل کرلی(۲)

اے افلاک کی بلندیوں پرقدم رکھنے والے۔۔۔۔فقراء کے ساتھ خاک نشین ہونے والے۔۔۔۔بطحا کی راتیں اورتاریک دن۔۔۔۔گمراہی میں اندھےاوراورخشک جاہلیت کے بیابان۔۔۔۔مشعل ہاتھ میں لیکر ، دردآشنا

۱۔ نہج البلاغہ،خطبہ۹۶" قَد صُرِفَتْ نَحوهُ اَفئِدَةُ الاَبرارِ ....."

۲۔ آل عمران،آیہ۱۰۳﴿ وَاذْكُروا نِعَمتَ اللّٰهِ عَلَيكُم اِذْ كُنتُمْ اَعداءً.....﴾

راستوں کی رکاوٹوں کو دُور کرنے والے۔۔۔۔۔ یثرب کے قدیمی کینوں اور غصہ وخشم اوج پر۔۔۔۔۔ سینوں میں محبت کے بیج ڈالنے والے۔۔۔۔۔ ہر عیب ولغزش سے مبرا۔۔۔۔۔اے شاہد غیب۔۔۔۔۔ (۱)

اس دعوت کا نتیجہ صبر اور جہاد، اور اخلاق کا نتیجہ ایک اُمت خدا خواہ، حقیقت جو متحد و ہمدل مجاہد وشہادت طلب، سکون اور قناعت پیشہ کے طور پر سامنے آیا، جو کہ تمام بشریت کیلئے مثال بن گئی۔ آنحضرؐت کی اِس کامیابی کا شاہد ایک الٰہی اور قرآنی معاشرے کا قیام ہے۔حضرت علی علیہ السلام نے لاپرواہ، بےفکر، بے حوصلہ اور دُنیا طلب اور اپنے زمانے کے سست پیمان والوں پر تنقید کرتے ہوئے اصحاب پیغمبرؐ کو یاد کرتے ہیں اور اُن کی خوبیوں کو گنواتے ہوئے اُس زمانے کو غم و حسرت سے یاد کرکے اس طرح فرماتے ہیں: میں نے اصحاب محمدؐ کو دیکھا ہے، اور تم میں مجھے اُن کی کوئی شباہت نظر نہیں آتی، اُنکے بال اُلجھے ہوئے اور اُن کے چہرے غبار آلود تھے (جہاد ورزم کے وقت) ان کی راتیں عبادت، سجود ومناجات میں گذرتیں، اپنی پیشانیوں اور چہروں کو خاک پر رکھتے، قیامت کی یاد سے اُن کا آرام وسکون ختم تھا، سجدوں کے آثار اُن کی پیشانیوں پر آشکار تھے، جب بھی اللہ

۱۔ برگ وبار، جواد محدثی، ص۶۸۔

تعالیٰ کو یاد کرتے تو آنسوؤں سے اُن کے چہرے اور گریبان تر ہو جاتے اور آخرت کے خوف سے اور ثواب الٰہی کی امید و آسرے سے ان کے بدن لرزاں رہتے (۱) پیغمبرؐ کے تربیت یافتگان کے اَوصاف کے یہ کچھ گوشے تھے، راہ ایمان و عمل و جہاد و تلاش میں حضورؐ کے تربیت یافتہ متقدمین ایسے صاحب معرفت تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبلیغی و ہدایت گری اور انسان سازی کے سنہرے کارنامے نورانی صفحات پر، لوگوں کے سامنے ظاہر ہو گئے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۷ '' لَقَدْ رَأیتُ اَصحابَ محمدٍ فَما اَریٰ اَحَداً یُشْبِهُهُم مِنكُم .....''

پیغمبرؐ و علیؑ

علی بن ابیطالب وصی و جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے تربیت یافتہ ہیں ہر لحظہ و ہر آن حضور کے ہمراہ خوف و خطرات میں ہمدم اور قوت و بازو، پُرتوان، اسلام و قرآن کے حقیقی مدافع تھے۔ گذشتہ صفحات میں بھی تحریر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو بچپن ہی میں اپنی آغوش میں لے لیا تھا. اُن کو اپنے ہاتھوں سے لقمہ کھلاتے تھے اپنے ساتھ اپنے بستر پر سلاتے تھے(۱) یہاں تک کہ حضرت علیؑ، آپؐ کے سایے میں جوان ہو گئے. آپؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلے ایمان لانے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص عنایت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں یوں بھی تھی کہ وہ ہی آپؐ کے مشن کو آپؐ کے بعد جاری رکھنے والے تھے۔ اِسی لئے ہمیشہ آپؐ حضرت علی علیہ السلام کیلئے معرفت و حکمت کے دریچے کھولتے اور قدم بہ قدم

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲ ”قَد عِلمتُم مَوضِعی مِن رَسُولِ اللّٰہِ.....“

وادی اخلاق وکمالات میں آگے لے کر چلتے ۔ بعثت سے پہلے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تشریف لے جاتے تھے تو اُس روحانی خلوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔

جب وحی نازل ہوئی تو حضرت علی علیہ السلام نے بھی فرشتۂ الٰہی کی آواز کو سنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معنوی اور عرفانی کی توصیف میں آپؑ نے فرمایا"وَ لَقَد کانَ یُجاوِرُ فِی کُلِّ سَنَةٍ بِحِراءِ ، فَاَراهُ وَلاٰ یَراهُ غَیرِی ، وَلَم یَجُمَعُ بَیتٌ واحِدٌ یَوُمَئِذٍ فِی الِاسلامِ غَیرَ رَسولِ اللّٰهِ وَ خَدِیجَةَ وَاَنا ثالِثُهُماارَیٰ نُورالوَحی وَالرِّسالةِ وَ اَشُمُّ رِیحَ النُّبُوَّةِ" (۱) ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا تشریف لے جاتے اور وہاں قیام فرماتے تھے، میں ہی فقط آپؐ کے پاس حاضر رہتا تھا میرے علاوہ کوئی اور آپؐ کے پاس نہ ہوتا تھا، ابھی کسی بھی گھر والوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا صرف ایک ہی گھر کہ اُس میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدیجہ اور تیسرا فرد میں تھا۔ نور وحی ورسالت کو میں نے دیکھا اور نبوت کی خوشبو کو میں نے سونگھا تھا۔ یہ واضح ارشاد ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۲

نزدیک ترین تھے، حضرت علی علیہ السلام اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کے رونے کی صدا کو سنا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا؛ یارسول اللہ! یہ کس کے رونے کی آواز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان کی آواز ہے، اب وہ مایوس ہو گیا ہے کہ اُس کی کوئی عبادت نہیں کرے گا۔ علیؑ! جو کچھ میں سنتا ہوں، تم سنتے ہو اور جو کچھ میں دیکھتا ہوں، تم دیکھتے ہو سوائے اس کے کہ تم پیغمبر نہیں ہو بلکہ میرے وزیر ہو(۱)

فرمان خدا کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے مستقبل کیلئے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو وصی و وزیر متعین کیا تا کہ پرچم حق لہراتا رہے تا کہ لوگ راہ خدا اور سعادت کو بہتر پہچانیں اور گمراہ نہ ہوسکیں۔ اس بارے میں کلام حضرت علی علیہ السلام اس طرح ہے: اللہ تعالیٰ، پیغمبرؐ سے متذکر ہوئے کہ فرمان خدا کو ظاہر کرو، انھوں نے بھی رسالت الٰہی کو امانت کے ساتھ ادا کیا اور رشد و حقیقت کی اساس پر دُنیا کو وداع کہا اور ہمارے درمیان بنیاد حق کو قائم کیا، جو اس سے تجاوز کرے گا گمراہ ہو جائے گا اور جو اس سے پیچھے رہے گا ہلاک ہو جائے گا (۲)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۹۲

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۰۰ ''اَرسَلَهُ بِاَمرِهِ صادِعاً وَ بِذِکرِهِ ناطِقاً..... ''

زمانے میں، لشکر اسلام کا اگلا حصّہ بتاتے ہیں اور یہ کہ ہمیشہ اسلام ورسول کی خاطر میدان میں موجود رہے، یہاں تک کہ سپاہ کفر وشرک شکست کھا گئی اور لشکر اسلام کے پرچم تلے آ گئی. اور اُس مدت کے درمیان کبھی بھی کمزوری کا اظہار کیا اور نہ ہی ڈر وخوف کا، نہ خیانت کی اور نہ ہی سستی دکھائی (۱)

ماضی میں انبیاء علیہم السلام نے اپنا وصی اور جانشین مقرر کر کے اس کا با قاعدہ اعلان کیا، یہ ان کی شرعی ذمہ داری تھی تا کہ انبیاء کی زحمتیں ضائع نہ ہونے پائیں اور لوگ سرگرداں نہ رہیں اور گمراہی میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ رحلت پیغمبرؐ کے بعد مقصد اور راستے کو فراموش نہ کر دیں۔ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس مقصد کیلئے دو گراں قدر چیزیں چھوڑیں ہیں ایک قرآن اور دوسرے اپنی عترت اہل بیت علیہم السلام کہ قرآن کے یہ ہی حقیقی مفسر ہیں اور مسائل دین میں اہل ایمان کو انہی سے رجوع کرنا ہے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں " وَخَلَّفَ فِیکُم مٰا خَلَّفَتِ الْاَنبیاءُ فِی اُمَمِها ،اِذْلَمْ یَتْرُکُوهُم هَمَلاً بِغیرِطَریقٍ وَاضِحٍ وَلاٰعَلَمٍ قائِمٍ"(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھارے درمیان وہی چیزیں چھوڑیں ہیں

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۱۰۴ "وَأیمُ الله لَقَد کُنتُ مِن ساقِتِها ....."

۲۔ ایضاً، خطبہ۱

جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اُمت میں چھوڑ کر جاتے تھے اور اُن کو امانت و ودیعت کے طور پر گذارتے تھے کیونکہ پیامبر، اُمت کو بلا تکلیف نہیں چھوڑ کر جاتے کہ اُن روشن راستوں اور نشانیوں کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔

اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے اثبات خلافت کیلئے، اِسی وصایت و وراثت سے استناد کیا اور حق ولایت اور رہبری کو، حق مخصوص اہل بیت پیامبر علیہم السلام بتایا ہے(۱)

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ۲ ” وَلَهُم خَصائصُ حَقِّ الولايَةِ ، وَ فِيهِمُ الوَصِيَّةُ وَ الوِراثَةُ “

رحلت خاتم الانبیاؑء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا داغ، اُمت کے دل پر بہت بڑا صدمہ تھا اور سب سے زیادہ اثر حضرت علی علیہ السلام پر ہوا تھا اور وزنی ذمہ داری آپؑ کے کندھوں پر آن پڑی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی اور فقدان میں آپؑ نے مرثیہ کہا اور ساتھ ہی آپ کے حق میں دُعا کے الفاظ کہے اور اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے مقامات بالاتر اور اَجر عظیم ومنزلت کی درخواست کی۔

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بارے میں فرماتے ہیں " ثُمَّ اخْتارَ سُبحانَهُ لِمحمدٍ لِقائَهُ وَ رَضِيَ لَهُ ما عِنْدَهُ وَ اَكرَمَهُ عَن دارِ الدّنيا وَ رَغِبَ بِهِ عَن مَقامِ البَلوٰى فَقَبَضَهُ اِلَيهِ كريماً صلّى اللهُ عَليه و آلهِ " (۱) پھر اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی ملاقات

کیلئے منتخب فرمایااوراپنی رحمت کے جوار میں آپ گوپسند کیا، دُنیا سے کریمانہ طور سے بلاکرآپ کومکرم کیااورآپ کوابتلاؤں سے بُلاکرفردوس بریں میں جگہ دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقدان میں اُمت کے یتیم ہوجانے پرآپؑ نے فرمایا: یارسولؐ اللہ، میرے ماں باپ آپؐ پرقربان ہوں جائیں آپؐ کی رحلت سے ایک ایسی چیز ہم سے جدا ہوئی ہے کہ کسی کی موت میں یہ جدانہیں ہوئی یعنی نبوت اورآسمانی اورغیبی خبریں آپؐ کی مصیبتِ رحلت یہ خصوصیت اورامتیاز رکھتی ہے کہ اِس کے بعداَب کوئی مصیبت مہم نہیں ہے کیونکہ آپؐ کی مصیبت کی بناپر اُن پرتسلی مل جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ مصیبت عمومی اور ہمہ گیر ہے کہ سب کے سب اِس کی وجہ سے سوگوار ہیں اگرآپؐ نے ہمیں صبروشکیبائی کا دستور نہ دیا ہوتا جزع فزع سے منع نہ کیا ہوتا، تواِس قدرگریہ وزاری کرتے کہ ہماری آنکھوں کے آنسوں ختم ہوجاتے اور یہ دردجانکاہ، ایمان کیلئے یادگاربن جاتااورہماراغم دائمی ہوجاتا لیکن یہ ایک ایساحادثہ تھاکہ جس میں ہم لاچارہیں اورآپؐ کی مصیبت کودُورنہیں کیاجاسکتاتھا آپؐ پرمیرے ماں باپ قربان آپؐ اپنے پروردگار کے پاس ہمیں یادکرتے رہیں اورایسانہ ہوکہ آپؐ ہمیں بھلادیں(۲)

۱۔نہج البلاغہ،خطبہ۱

۲۔ایضاً،خطبہ۲۳۵: بِاَبِی اَنتَ وَاُمّی یارَسُولَ اللّٰہِ لَقَدانقَطَعَ بِمَوتِکَ مالَم یَنقَطِع بِمَوتِ اَحدٍ...

دفعۃً پھر آپؐ کی یاد میں جل رہے ہیں۔۔۔۔۔آپؐ کی وفات پر سوگ، ہی ہونا چاہئے ۔۔۔۔۔اگر آنکھوں سے آنسو کی بجائے خون روئیں۔۔۔۔۔ اے افلاک کی بلندیوں پر قدم رکھنے والے۔۔۔۔۔ اے ہم نشین، خاک زمین پر فقراء کے ساتھ۔۔۔۔۔آپؐ چلے گئے، مگر ہمارے پاس آپؐ کا غم ہے۔۔۔۔۔اے محبت و وفا کے چشمہ، اے خوب، اے پاک و طاہر۔۔۔۔۔ اے وہ، آپ کا نام احمدؐ۔۔۔۔۔آپ کا نام بلند و جاودان، یا محمدؐ ! (۱)

رسولؐ اللہ کیلئے علیؑ کی دعائیں

بارالہا! سایہ رحمت ولطف میں اُن کیلئے وسیع جگہ قرار دے، اور اپنے فضل و کرم سے اُن کو کئی گنا اجر عطا فرما۔ یا اللہ! اُن کے مقام ومحل کو، ہر محل سے اعلیٰ و وسیع تر کر دے، اور آپؐ کی منزلت اور مقام کو اپنے نزدیک، بلند و بالاتر کر، اُن کے نور کو کمال تک پہنچادے، اُنکی بعثت کی بنا پر ایسے عطا کر کہ شہادت اور گواہی مقبول اور اُن کا کلام، تیری درگاہ میں پسندیدہ تر ہو۔ یا اللہ! ہمیں اور اُنکو ایسے مقامات پر سکونت عطا فرما، جہاں زندگی لذت بخش اور اُس کی نعمتیں جاوید اور خواہشیں مطلوب وقبول ہوں، اُنکے کمال آسائش اور کرامت میں (ہمیں اُن کے ساتھ محشور فرما)(۲)

۱۔ برگ وبار، ص۶۸۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ۷۲ " اَللّٰھُمَّ افسَحْ لَہُ مَفْسَحاً ظِلّک ....."

بارالٰہا! اپنے عدل سے بہت زیادہ انعام واکرام اُن کیلئے مخصوص فرما، اور اپنے فضل وکرم سے اُن کے پاداش میں بہت اضافہ فرما، اور اُن کو بے حساب عطا فرما اپنے وسیلے کے تقرب سے اُن کو عطا کر، رفعت وبلندی وبرتری وشرافت.....اور ہمیں اُن کے زمرے میں محشور فرما، اُس حال میں کہ ہم اپنے اعمال پر رُسوا اور پشیمان نہ ہوں، نہ منحرف اور نہ پیمان شکن، نہ گمراہ ہوسکیں اور نہ ہی گمراہی پھیلانے والے اور نہ ہی فریب کھانے والے ! (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں یہ، اُس کی دعائیں ہیں جو سب سے زیادہ اُن کے مقام ومنزلت کی پہچان رکھتا ہے اور سب سے پہلے اُن پر ایمان لائے اور آپؐ کے جانے کے بعد بہت ہی زیادہ اشتیاق رکھتے تھے کہ اِس دنیائے دنی سے جس قدر جلدی ہو سکے رہائی حاصل کریں اور اپنے حبیب اور حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں چلے جائیں۔اَب مدینہ اور اُس کے کوچے، اُن کی رحلت سے غریب ہیں۔۔۔۔۔یہ بقیع، یہ مسجد، بلال اور فاطمہؑ انتظار میں ہیں۔۔۔۔۔ایک طرف علیؑ اور فاطمہؑ آپ کے سوگ میں ہیں ۔۔۔۔۔ایک طرف۔۔۔۔۔علیؑ کا کاشانہ، غم واندوہ سے لبریز، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جگہ خالی ہے۔۔۔۔۔اے دل کو قرار دینے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۶ "اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَہُ مَقْسَماً مِنْ عَدلِک....."

والے، آپؐ چلے گئے!۔۔۔۔۔اے وہ جس کے لئے سدرۃ المنتہی نے بال و پَر کھول لئے۔۔۔۔۔آہ۔۔۔۔اے کلیم حق، حبیب خالق کل۔۔۔۔۔یہ آپؐ کا مدینہ نہیں جو اِس طرح غریب رہ گیا۔۔۔۔۔جیسے انگوٹھی میں نگین نہ رہا ہو۔۔۔۔۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحلت کا داغ۔۔۔۔۔ جس طرف بھی دیکھیں سوگ و ماتم کا سماں ہے (۱)

۱۔ ازمؤلف

عطر حبیبؐ

سیرہ اخلاقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک نگاہ:

یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کا کلام واضح اور فصیح تھا۔ مخاطب کی عقل اور ادراک کے مطابق، آپؐ نے کلام فرمایا، کبھی تین تین بار تکرار بھی کی تاکہ مخاطب خوب سمجھ لے۔ کلام کے دوران آپؐ کے لبوں پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ کبھی بھی کسی کو بات کرتے ہوئے، اُس کے کلام کو قطع نہ کرتے۔ کسی کی بد گوئی اور عیب جوئی کیلئے زبان نہ کھولتے، جب کوئی آپؐ کو آواز دیتا تو آپؐ لبیک جواب میں کہتے۔ آپؐ کے خطبات سب سے مختصر ہوتے، مگر مطالب و مقاصد سے بھرپور ہوتے۔ بے ہودہ اور بے مورد باتوں سے آپؐ کی زبان خاموش رہتی۔ ہمیشہ استغفار اور ذکر خدا میں اپنے آپؐ کو مشغول رکھتے۔

آپؐ کی زبان سے باتوں کے ایسے پھول جھڑتے، جس سے دلوں میں محبت و اُلفت کی خوشبوئیں پیدا ہوتیں، میانہ روی کا پاس کرتے، نہ کسی گفتگو میں گرما گرمی کرتے اور نہ ہی جرو بحث۔ جب آپؐ کلام کرتے تو چاروں طرف سکوت

کی حکمرانی ہوجاتی، ایسا تاثیر انگیز کلام جس کے اثر سے ایسا معلوم ہوتا جیسے سامعین وحاضرین کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں، سب تن گوش ہوتے! آپؐ کے نزدیک نزاع لفظی بھی نہ کیا جاتا تھا دوسروں کے کلام کو توجہ سے سنتے۔ محکم اور مضبوط طریقے سے راہ چلتے، قدم اُٹھاتے کہ جس سے معلوم ہوتا کہ سُست نہیں ہیں! ایسے جیسے سنگ، ڈھلوان زمین کی جانب لڑکتا ہو، بامہابت اور چالاک وہوشیار!

جب سواری پر ہوتے تو یہ پسند نہ کرتے کہ دوسرے لوگ آپؐ کے ہمراہ پیادہ چلیں یا پھر ان سے سواریوں پر چلنے کیلئے فرماتے ۔جس راستے سے گذر جاتے تو آپؐ کی خوشبو اِس بات کی علامت ہوتی کہ آپؐ کا گذر اس جگہ سے ہوا ہے راہ کے درخت اور سنگریزے آپؐ کا احترام کرتے۔

اجتماعی سفر میں آپؐ پچھلے گروہ کے ساتھ ساتھ رہتے تا کہ اگر کوئی پیچھے رہ جائے یا کوئی طالب مدد ہو تو اُس کی مدد کی جا سکے۔

آپؐ کبھی گھوڑے کی سواری کرتے تو کبھی قاطر اور خچر کی سواری فرماتے یا اونٹ پر بیٹھتے، اور پا پیادہ بھی راستہ طے کرتے تھے جب آپؐ سوار ہوتے، تو دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بیٹھا لیتے تھے۔

گھر کے اندر اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ایک حصہ عبادت ومناجات میں، دوسرا گھر والوں کیلئے اور تیسرا حصہ اپنے ذاتی کاموں کیلئے مختص

کر رکھا تھا۔

گھر کے اندر گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، گوشت کاٹتے، دودھ دوہتے، لباس کو پیوند لگاتے... جو بھی کھانے کو ملتا اُسے تناول فرماتے. عیب نہ نکالتے. دروازہ کھولتے. جوتوں کی خود مرمت کرتے۔ زمین پر بیٹھنا پسند فرماتے ۔ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے، خادم تھک جاتا تو اُس کی مدد فرماتے۔ اپنے نیچے عبا بچھاتے اور سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ رکھتے جو کھجور کی چھال سے پُر ہوتا۔ چٹائی پر سو جاتے۔ سوتے وقت مسواک کرتے اور دُعا مانگتے، جب نیند سے بیدار ہو جاتے، تو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے۔ کوئی کسی کام کیلئے رجوع کرتا، تو اُس کا کام کر دیتے سوالی اور حاجت مند کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔

آپؐ، اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے تھے اور آپؐ کے آنکھوں کا نور نماز تھی۔ جب مصلٰی عبادت پر نماز کے لئے حاضر ہوتے تو خوف خدا سے آپؐ کے مقدس چہرے کا رنگ اُڑ جاتا۔ آواز گلوگیر ہو جاتی۔ سجدے کے دوران زمین پر ایسے دکھائی دیتے، جیسے زمین پر کوئی لباس پڑا ہوا ہو۔ جب وقت نماز آ جاتا تو کسی کی جانب کوئی توجہ نہ دیتے اور نماز کے علاوہ کسی چیز کو نہ پہچانتے ۔ نماز سے عشق کرتے۔ نماز کے وقت کے آنے کا انتظار کرتے رہتے۔ وقت آ جاتا تو فرماتے: اے بلال! مجھے خوشحال کرو۔ کسی چیز کو نماز پر مقدم نہیں رکھتے تھے۔

آپؐ نے فرمایا(ابوذر سے)اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی روشنی کو نماز میں

قرار دیا ہے، جیسے بھوکا پیاسا شخص غذا اور پانی کو پسند کرتا ہے، میں بھی عاشق نماز ہوں، مگر اِس فرق کے ساتھ کہ بھوکا اور پیاسا، سیر و سیراب ہو جاتا ہے ،مگر میں نماز سے سیر نہیں ہوتا۔

رکوع اور سجود کو طولانی انجام دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے : بارالہا! مجھے پسند ہے کہ ایک روز سیر رہوں اور تیرا شکر ادا کرتا رہوں ، اور دوسرے دن بھوکا رہوں تا کہ تجھ سے سوال کرتا رہوں !

آپؐ کا اُٹھنا بیٹھنا ''ذکرِ خدا'' کے ساتھ تھا. آپؐ ''معصوم'' ہونے کے باوجود اِس قدر اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتے تھے کہ آپ کا مصلیٰ اور سجدہ گاہ، آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

دُعا کے وقت مسکینوں کی مانند، اپنے ہاتھوں کو اُوپر کی جانب پھیلا دیتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپؐ کو زمین پر کھانا کھاتے دیکھ لیا. ایک خاتون نے کہا : یارسول اللہ! کیوں غلاموں کی مانند بیٹھے ہوئے غذا تناول فرما رہے ہیں ؟ اور..... آپؐ نے فرمایا: تمھیں کیا معلوم! کون مجھ سے زیادہ اُس کا بندہ ہو سکتا ہے؟....... آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

آپؐ کا چہرہ مقدس گشادہ اور خوش رو تھا۔ ہر ایک کو سلام کرتے۔ کسی سے مصافحہ کرتے تو اُس وقت تک صبر کرتے جب تک وہ خود آپ کا دست مبارک نہ چھوڑ

دے۔کسی کودیکھ کر بددلی کا اظہار نہ کرتے ۔کسی کوبھی دشنام اور ناسزا نہیں کہتے تھے۔دوسروں کی تلخ کلامی اور بداخلاقی پر صبر کرتے تھے۔لوگوں کے ہدیے اور غلاموں کی دعوتوں کو قبول فرماتے تھےتشیع جنازہ اور مریضوں کی عیادت کو جاتے اصحاب اور لاچار لوگوں کی احوال پرسی فرماتے.جلد غضبناک نہ ہوتے .دوسروں کے آگے اپنے پاؤں نہ پھیلاتے۔مزاح اور شوخی کرتے''مگر حق'' کے علاوہ کچھ نہ فرماتے۔دوستوں میں حلقہ کے انداز سے بیٹھتے.اپنے اصحاب کے سامنے سنور کراور عطر لگا کر آتے،اپنا بوجھ کسی اور پر نہ ڈالتے۔ اجتماعی کاموں میں شرکت کرتے۔بخشنے والے اور سخی تھے۔کوئی چیز طلب کرتا تو عطا فرماتے،ہر قوم و قبیلے کے بزرگ کا احترام کرتے تھے۔

آپ میں وفا،عہد و پیمان،صدق و صفاء،امانت و محبت،.....کی صفات موجود تھیں.مہمانوں سے کام نہیں لیتے تھے۔وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے۔لوگوں سے میل وجول کے ساتھ،اہل مدارا بھی تھے۔دل گشادہ رکھتے تھے اور وسعت نظر کے مالک تھے.آپؐ کا اخلاق،قرآن مجید تھا.مجسم قرآن تھے۔کلام اللہ کی آیات کا مکمل شاہکار تھے۔

سخن آخر

معرفت، محبت کا سبب بنتی ہے۔ محبت کے سبب سے، اطاعت و پیروی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطیع اور پیروکار بنیں تو پھر لازمی ہے کہ آپؐ سے عشق و دوستی کریں۔

اور اگر چاہتے ہیں کہ آپؐ کے محبّ بن کر رہیں، تو ضروری ہے کہ آپؐ کے فضائل و خصائص و کمالات اور نورانی سیرت کی معرفت حاصل کریں۔

یہ اِس لئے ہے کہ ''اطاعت'' و ''محبت'' اور ''معرفت'' کا رابطہ باہم ہے۔

اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنی نسل کو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار بنائیں تو لازمی اور ضروری ہے کہ آپؐ کے عشق و علاقہ کے بیج ان کے دل و دماغ میں کاشت کر دیں اور اُس کو سرسبز و شاداب کرنے کیلئے مسلسل سیراب کرتے رہیں اور روز بہ روز اپنی اور آئندہ نسل کو آپکی پاکیزہ سیرت سے متعارف کرائیں

''سیمای رسول عظیم الشان'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آشنائی حاصل کرنے کی خاطر مولا علیؑ کے کلام کا مطالعہ اور غور و فکر اسی سلسلے میں ایک قدم ہے۔

یہ ضروری ہے مگر کافی نہیں!

سرپرست، مربی، مبلّغ، اہل قلم، دانشمند و اساتید پہلے سے زیادہ اِن راستوں کو طے کریں۔ ذمہ دار اور مسئولین افراد، موضوع تربیت دینی کے ساتھ سنجیدگی سے احساس ذمہ داری نبھائیں۔ اہل بیت علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت عشق آفرینی اور ایجاد محبت ایک وظیفہ اور فریضہ ہے۔ اِس کے علاوہ اہل بیت علیہم السلام سے ''مودت'' قرآن کریم کی آیات کا منشاء ہے اور یہ ''مودت'' اَجر رسالت کے عنوان سے بھی بیان ہوا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، اِس بارے میں سفارش اور تاکید بھی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس بارے میں فرمایا ہے :

''اَدِّبوا اَولادَکُم عَلیٰ ثَلاثِ خِصالٍ : حُبِّ نَبِیِّکُم ،وَحُبِّ اَهلِ بَیتِهِ،وَ قِراءَ ةِ القُرآن '' (۱)

اپنی اولاد کی تربیت میں تین چیزوں کو بنیاد قرار دو: اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت، ان کے اہل بیت (علیہم السلام) کی محبت اور قرآن مجید کی قرائت۔

۱۔ کنز العمال ۱۶/۴۵۶

یہ پیغام اور ذمہ داری کس کی ہے؟ اِس تربیت کا ثمرہ اور نتیجہ کہاں جا کر آشکار ہوگا ؟ بیشک اُمت کے بچوں اور نوجوانوں کے، مشتاق دلوں میں محبت کے بیج ڈالنا سے، اُن کو فتنوں، فساد اور گمراہ راستوں سے محفوظ رکھنے کے مترادف ہے۔ اور وہ دل جس میں اہل بیت علیہم السلام کی محبت و مہر کا ، گھر آباد ہو جائے، تو وہاں شیطان کی جگہ نہیں رہتی، یا کم از کم اُس کے خطرات بہت کم ہو جاتے ہیں

اِس اُمید کے ساتھ کہ پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ جذاب اور پسندیدہ شخصیت اور آپؐ کے خاندان کے ساتھ ایجاد و تقویت اُنس اور ارتباط مؤثر ہو اور اس راہ پر چلتے ہوئے اُن تک پہنچ جائیں اور آخرت میں بھی اُن کے ہمجوار میں رہیں.....انشاءاللہ۔

الحمد لله رب العالمين